تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

ساری انسانیت کے لیے نعمت ورحمت

آج دنیا نے جمہوریت ومساوات کے جو اعلیٰ سے اعلیٰ نظریات پیش کیے ہیں اور اس کو ان پر عمل کرنے کا دعویٰ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ عملی مساوات کا ایک چھوٹا نمونہ بھی پیش نہیں کرسکتی، امریکہ آج جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے لیکن وہ کالوں کو گوروں کے مساوی سمجھنے میں کوتاہی کرنے میں ابھی تک بچ نہیں سکا ہے، زندگی کے مختلف میدانوں میں، سیاست میں، تعلیم میں، معاشرت میں ہر جگہ وہاں دونوں میں فرق کیا جاتا ہے، جنوبی افریقہ میں انگریزوں نے ابھی چند برسوں قبل تک سیاسی اور سماجی زندگی میں کالوں کو عزت واحترام سے انتہائی دور رکھنے اور ان کو کمتر سمجھنے کا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا وہ ظلم کی انتہائی مثال ہے، یورپ میں باوجود ساری ترقیات کے آج بھی انسان انسان میں فرق کیا جاتا ہے، لیکن جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معزز ترین سمجھی جانے والی نسل اور معزز ترین شاخ کے فرد ہونے کے باوجود غلاموں اور سماجی طور پر دبے کچلے انسانوں کے ساتھ برابری، مساوات اور عزت کا جو معاملہ کیا اور برابر کرتے رہے، اور اس کی تلقین کرتے رہے، پوری انسانی تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کرسکتی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سالانہ زرتعاون -/250

۲۵ جنوری ۲۰۱۱ء

فی شمارہ Rs. 12/-

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009 TO 2011
R. N. I. No. UP. Urdu/2001/6071

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

Vol. No. 48 Issue No. 05

10 January, 2011

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

Phone: Shop. 0522-3299010
Mobile : 9838197868

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad

Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈینٹ

ایم۔کے۔ملک

Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 7860737094

Shop: 2613736 - 4048340
Res.: 2226177
Akbari Gate: 2268845

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ پروپرائٹر: محمد اسلم

Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335913718

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب
عرق کیوڑہ، اگرش، ہربل پرفیوم

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

اظہار سن پرفیومرس

IZHARSON PERFUMERS

H.O.: Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 05[illegible] Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By: Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 9453394667

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published By Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph.: 9415100085

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۸ — شمارہ نمبر ۶

۲۵ر جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۲۰ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون -/250 فی شمارہ -/12

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -$50 ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

شعروادب

مرا ہر ہر قدم یارب... — امۃ اللہ تسنیم مرحومہ — ۲

اداریہ

امت مسلمہ کے مفاد میں — شمس الحق ندوی — ۳

اعجاز قرآنی

مکررات القرآن.. — علامہ سید سلیمان ندویؒ — ۵

زبان وادب

اردو میں قصہ نگاری — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

فکر معاصر

علم اور مفاہمت کا راستہ.. — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۱۰

تذکیر واصلاح

پہلے اپنی خبر لیجئے! — مفتی محمد تقی عثمانی — ۱۳

تعلیم وتربیت

الحاد وبے دینی اور ہمارا فرض — مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی — ۱۶

ایک جائزہ

حضرت مولاناؒ اور مسئلہ فلسطین — مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی — ۱۷

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۱

حقوق وفرائض

علماء کے حقوق وفرائض — خالد فیصل ندوی — ۲۲

خبرونظر

عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۵

تعارف وتبصرہ

رسید کتب — م.ح.ح. — ۲۷

رپورٹ

قرآن کریم کی خدمت... — سید سحبان ثاقب ندوی — ۲۸

روداد سفر

گلبرگہ میں — محمود حسن حسنی ندوی — ۳۰

airosa INTERNATIONAL

ایروسا انٹرنیشنل

اعلیٰ خدمات وبہترین رہنمائی کا قابل اعتماد مرکز

انٹرنیشنل وڈومسٹک ایرٹکٹنگ

حج اور عمرہ کا خاص پیکیج

رجسٹرڈ پاسپورٹ ایجنٹ اور امیگریشن کی سہولیات

پروپرائٹر

ارشد خان

ویسٹرن یونین منی ٹرانسفر

مقامی وبیرونی ہوٹل ریزرویشن

چھٹیوں میں ٹور اور ٹریول کا خاص انتظام

ویزٹ ویزہ، فیملی ویزہ، بجنس ویزہ کی اسٹیمپنگ سروس

IATA — TAFI

Tel.: 0522-3916700/701/702/703 - Mobile : 9305573100 (24x7) - E-mail: airosa@rediffmail.com

G-1, Natraj Complex, 11-B.N. Road, Lalbag, Lucknow- 226001

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

GEHNA PALACE

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Whenever you See Jewellery Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

شعروادب

مرا ہر ہر قدم یارب سراپا شوق بن جائے

امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

بنا کر اپنا مرکز دل کو تو ایسا سما جائے
کہ تجھ کو پا کر یہ بے چین دل تسکین پا جائے

بسا ہو تو نہ جس کے دل میں دل بیکار ہے بالکل
نہ ہو گر باغ میں گل تو وہ گلشن خار ہے بالکل

بہت بے لطف اور بے کیف گزری زندگی اتنی
کٹے اب تیری طاعت میں ہے باقی زندگی جتنی

اطاعت ہو شعار اپنا عبادت ذوق بن جائے
مرا ہر ہر قدم یا رب سراپا شوق بن جائے

جیوں تیری طلب میں اور مروں تیری محبت میں
یہ پوری زندگ گزرے الٰہی تیری مدحت میں

مجھے اتنی محبت دے بنوں تصویرِ الفت کی
سراپا شوق بن کر توڑدوں زنجیر فرقت کی

یہ روح کنج قفس میں پھڑ پھڑائے اور مچل جائے
تجھی کو یاد کرتے کرتے میرا دم نکل جائے

مرے رب مہرباں ہوجا تجھے صدقہ کریمی کا
یہ کلفت پیش خیمہ ہو تری ذرہ نوازی کا

ہوئے ہوں عمر میں جتنے گناہ سب معاف کردے تو
الٰہی ہر برائی سے مرا دل صاف کردے تو

گناہ آلودہ دل کو پاک کردے آبِ رحمت سے
مجھے خلعت ملے بخشش کا تیری باب رحمت سے

تری شفقت تو مادر اور پدر سے ہے کہیں زائد
نہ ہو میری پکڑ بالکل نہ ہو کوئی سزا عائد

بچا کر مکر شیطاں سے مجھے اپنا ہی راغب کر
ہٹا کر دارِفانی سے مرا دل اپنی جانب کر

رہے تسنیم ہر لحظہ ترے ہی ذکر میں شاغل
تری بندہ نوازی سے یہ درجہ اس کو ہو حاصل

☆☆☆☆☆

اداریہ

امت مسلمہ کے مفاد میں کرنے کے کام

شمس الحق ندوی

امت مسلمہ کی باعزت زندگی اور ترقی کے لئے مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔عام طور پر ہو یہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماضی کے کارناموں، دکھی انسانیت کی خدمت اور بے مثال اخلاقی قدروں، عدل وانصاف، محبت ورواداری کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد امت کی موجودہ بدحالی اور زوال وانحطاط، ذلت ورسوائی، مسکنت وبے کسی اور مظلومیت کا رونا روتے ہیں اس کو کوستے اور اس کے ناکارہ پن کی باتیں کرتے ہیں۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کی پست سے پست قوموں نے جب کمر ہمت باندھی ہے اور آگے بڑھنے اور دنیا کے اسٹیج پر بلند مقام حاصل کرنے کا عزم کیا ہے تو خاموشی کے ساتھ بغیر کسی نمائش اور بلند بانگ دعووں سے بے نیاز ہوکر کام کرنا شروع کیا اور پھر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے، اس وقت امت مسلمہ کو باعزت زندگی سے ہم کنار کرنے اور مثالی امت کے منصب کو بحال کرنے کے لئے مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے عزت وسربلندی تمناؤں، آرزوؤں اور مانگنے سے نہیں ملتی ہے بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے اور امت کے افراد کو خصوصاً نوجوان نسل کو اس میں مشغول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم فانی کو دارالاسباب بنایا ہے اور اسباب اپنانے کے اصول وضابطے بھی مقرر فرمائے ہیں، جن کو اپنے نبی محمد عربی ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام کی زندگیوں میں عملی طور پر کرکے دکھایا ہے۔وہ نماز وروزہ، ذکر وعبادت، رجوع وانابت کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی کو پوری کرنے کے لئے کھیتی باڑی بھی کرتے تھے، تجارت وکاروبار بھی کرتے تھے، اس کے لئے سفر بھی کرتے تھے، لیکن ان سب صورتوں میں شریعت کے بتائے ہوئے احکام کی پوری پابندی کرتے تھے، وہ مختلف قسم کے پیشے اور چیزوں کے بنانے اور ایجادات کا کام بھی انجام دیتے تھے۔اپنے مخالفین ومعاندین کے لئے سپاہیانہ تیاریاں بھی کرتے تھے اس کے لئے جن چیزوں اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی تھی ان کو بھی اختیار کرتے تھے، ان کے دلوں میں یہ وسوسہ اور خیال بھی نہیں آتا تھا کہ ہم تو مسلمان ہیں اس لئے بہر حال اللہ کی مدد ونصرت کے حق دار ہیں۔بلکہ وہ اسباب اختیار کرتے تھے اور کامیابی وناکامی کو اپنے مالک کے حوالہ کرتے تھے۔

اس وقت امت مسلمہ جن حالات اور دین سے دور اور بیگانہ کردینے کی جن باریک سازشوں سے گذر رہی ہے، ان حالات میں مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر محاذ پر کام کرنے والے افراد بھی موجود ہیں، امت صلاحیتوں سے بھرپور ہے، اس پر مرعوبیت اور بے شعوری کا پردہ پڑ گیا ہے، اس پردہ کو اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ہم میں ڈاکٹر وانجینئر بھی ہیں، صاحب ثروت وبااثر بھی ہیں، علم وتحقیق کے ماہرین بھی ہیں، صاحب قلم اور ادیب بھی ہیں، ماہرین قانون، وکلا اور جج صاحبان بھی ہیں، اور ان سب کی شرعی ودینی رہنمائی کرنے والے علمائے کرام بھی ہیں۔

لہذا امت کو اٹھانے، مایوسی وکم ہمتی سے نکالنے کے لئے مذکورہ صلاحیتوں کے مالک حضرات کو اپنے اپنے دائرہ میں پوری دینی وملی غیرت وحمیت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، مثلاً ہمیں ایسی رفاہی سوسائٹیاں اور ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے جن سے ہم قوم کے نچلے طبقہ کو اٹھائیں، بڑھائیں اور کام میں لگائیں، جدید تعلیم اور عصری علوم کو اپنی پوری ملی خصوصیت اور دینی غیرت وحمیت کی رعایت کرتے ہوئے، پڑھانے، سکھانے کے لئے اسکول وکالج چلانے کی بھی ضرورت ہے۔

اسی طرح سے انجینئرنگ اور دوسرے ٹیکنکل علوم کو سکھانے کے لئے اداروں کے قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔علاج ومعالجہ کے لئے نرسنگ ہوم بھی قائم کرنے کی ضرورت ہے جہاں مریضوں کے ساتھ پوری توجہ اور شفقت کے ساتھ علاج ومعالجہ ہو جس کی اب بڑی کمی ہوگئی ہے بلکہ اب یہ صرف کاروبار بن کر رہ

گیا ہے، یتیم خانوں اور ناداروں کی دیکھ بھال کے اداروں کے قیام کی ضرورت ہے جب ہم سنجیدگی سے قومی وملی ضرورت سمجھ کر یہ سب کام کریں گے، تب مادی اعتبار سے بھی ترقی ہوگی اور دنیا وآخرت دونوں جگہ ہمارا وزن بڑھے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ ایسے ادارے ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں اور کچھ اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ یہ کام کر رہے ہیں، ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان کاموں کو اور بڑھایا جائے اور اس میں نمود ونمائش اور جاہ پرستی سے بلند ہو کر مزید توجہ کے ساتھ ملی ضرورت سمجھ کر کام کیا جائے، اور جو حضرات جس کام میں لگے ہیں اس میں پوری توجہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے کاموں میں عیب نہ نکالیں بلکہ اس کی ہمت افزائی کی جائے، کمی محسوس ہو تو تنقید وتبصرہ کے بجائے خلوص کے ساتھ مشورہ دیا جائے۔

ہماری ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم اپنے کام کے علاوہ دوسرے کاموں کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ اس میں عیب نکالنے اور اصلاح کی فکر کے بجائے اس کے خلاف محض وہم وگمان کی بنیاد پر غلط پروپگنڈہ کرنے لگے ہیں جس سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے اور ملت کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔

رہے مکاتب ومدارس اور بڑے دینی ادارے اور جماعتیں، ان کی حیثیت تو امت کی ریڑھ کی ہڈی اور جسم میں دل کی سی ہے کہ یہیں سے مذکورہ اداروں کو غذا ملے گی اور رہنمائی حاصل ہوگی ان مختلف کاموں کے ساتھ جہاں تک ملت کے سیاسی مسائل اور ملی کاموں میں رکاوٹ ومشکلات کا تعلق ہے تو اس کے لئے باوقار اور سنجیدہ انداز اور حکیمانہ طور پر سارے اداروں کو متحدہ پلیٹ فارم سے کام کرنے کی ضرورت ہے، اس سے بالکل بے نیاز ہو کر کہ اس کی کامیابی کا سہرا کس کے سر بندھے گا اگر ہم ایسا کر لیتے ہیں تو امت کے تن مردہ میں جس کا ہم ماتم کرتے رہتے ہیں جان پڑ جائے گی اور ملک وملت دونوں کو نئی روشنی ملے گی، ملک جن خطرناک حالات سے گذر رہا ہے ان حالات پر سوچنے اور غور کرنے والے افراد بھی پیدا ہونگے، سوئی ہوئی فطرت انسانی بیدار ہوگی۔

☆☆☆☆☆

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام طلباء کیلئے کل ہند مضمون نویسی مقابلہ

(بیس ہزار (20000) روپئے کے نقد انعامات)

عالمی رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے اس کی کرناٹک، کیرلا وگواشاخ کے زیر اہتمام نئی مسلم نسل، اسکولس وکالجز اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے مابین اپنے اسلاف کی سیرتوں کے مطالعہ کا ذوق اور کتب بینی کا شوق پیدا کرنے کی غرض سے ایک کل ہند سطح کا مضمون نویسی مقابلہ منعقد کیا جارہا ہے جس کا موضوع ہے: **"حضرت سید احمد شہید کی نمایاں دعوتی خدمات اور ان کی امتیازی خصوصیات"**۔ انشاء اللہ مقابلہ میں اول، دوم اور سوم آنے والوں کو کل ہند سطح کے ایک سیمینار میں بیس ہزار روپئے کے نقد انعامات اور دس ممتاز شرکاء کو خصوصی انعامات سے نوازا جائیگا، اس کے علاوہ منتخب مقالات اردو، عربی وانگریزی میں ترجمہ کے ساتھ کتابی شکل میں بھی شائع کئے جائیں گے۔

(۱) اس میں اسکولس، کالجز اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات دونوں شریک ہو سکتے ہیں۔ (۲) شریک مسابقہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس ذاتی طور پر سید احمد شہیدؒ کی کوئی سوانح موجود ہو۔ اس سلسلہ میں سب سے معتبر اور بہتر کتاب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی "سیرت سید احمد شہیدؒ" ہے جو مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے اور طلباء کے لئے 50% رعایت کے ساتھ دستیاب ہے۔ (۳) مقالہ کم از کم پانچ صفحات اور زیادہ سے زیادہ دس صفحات فل اسکیپ کاغذ پر ہو۔ (۴) مقالہ اردو یا انگریزی کسی بھی زبان میں لکھا جاسکتا ہے اور مقالہ اپنے ادارہ کے مہتمم/پرنسپل کی تصدیق کے ساتھ روانہ کریں۔ (۵) مقالات کے لئے ناموں کے اندراج کی آخری تاریخ 28 فروری 2011 اور جمع کرنے کی آخری تاریخ 15 اپریل 2011 ہے۔ (۶) انشاء اللہ مقالہ کے کامیاب شرکاء کو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اگلے کل ہند سیمینار میں انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔ ان کو سفر کے اخراجات اور طعام وقیام کی سہولت بھی فراہم کی جائیگی۔ (۷) اول انعام:- /10000 (دس ہزار روپئے)، دوم انعام:- /5000 (پانچ ہزار روپئے) سوم انعام:- /3000 (تین ہزار روپئے)

مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں: محمد الیاس ندوی (جنرل سکریٹری عالمی رابطہ ادب اسلامی صوبہ کرناٹک، کیرلا وگوا)

مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر 30 بھٹکل 581320 (کرناٹک)

فون نمبر: 08385-228498، 9620104757، فیکس نمبر: 226381

Email:nadviacademy@hotmail.com

اعجاز قرآنی

آخری قسط

مکررات القرآن یعنی قرآن مجید میں مکرر آیتیں کیوں ہیں؟

علامہ سید سلیمان ندویؒ

لفظی تکرار

قرآن مجید میں لفظی تکرار بھی بہت ہے، ایک ایک آیت ایک ہی سورہ میں بیسیوں مرتبہ آتی ہے، ایک ہی آیت میں ایک ایک لفظ یکے بعد دیگرے دہرادیا جاتا ہے۔

پہلے ہم الفاظ کی تکرار کو بیان کرتے ہیں، اس قسم کی تکرار ہر زبان میں موجود ہے اور اس کو اصطلاح نحو میں تاکید کہتے ہیں، ہم ہمیشہ بولتے ہیں: دیکھو دیکھو، نہیں نہیں، زید زید، اس دوسرے لفظ سے مقصود صرف کلام پر زور ڈالنا ہوتا ہے، قرآن مجید کی جن آیتوں میں اس قسم کی تکرار ہے، وہ محض تاکید کے لئے ہے، اس تکرار کی چند مثالیں یہ ہیں:

﴿اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی﴾ (قیامۃ)

(ہلاکت ہو تمہارے لئے ہلاکت، پھر ہلاکت ہو تمہارے لیے پھر ہلاکت)

﴿کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ (تکاثر)

(ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے، پھر ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے)۔

عربی اشعار میں بھی اس قسم کی تکرار کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں، خنساء کہتی ہے۔

أردت لنفسی بعض الامور
فاولی لنفسی اولی لها

(میں نے اپنے لیے بعض چیزوں کا ارادہ کیا تو ہلاکت ہو میرے نفس کے لیے ہلاکت)

فراء نے اس قسم کی تاکید کی مثالیں بہت سی پیش کی ہیں، جن کو ہم "غرر درر" سے نقل کرتے ہیں:

کائن وکم عندی لهم من صنیعة
ایادی ثنوها علیّ واوجبوا

(ان لوگوں کے کتنے اور کتنے احسان ہم پر ہیں، ایسے احسانات جن کو دوبارہ انھوں نے کیے)

دیکھو اس مصرع میں الفاظ کی کتنی تکرار ہے ع

کم نعمة کانت لکم کم کم وکم

(کتنے تمہارے احسانات ہیں، کتنے کتنے اور کتنے)

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

نعق الغراب ببین لبنی غدوة
کم کم وکم لفراق لُبنی تنعق

(کوے نے صبح کو لبنی کے فراق کی آواز دی، اے کوا! تو لبنی کے فراق کی کتنی کتنی اور کتنی آواز دیگا)

حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے تاکیدی الفاظ کی تکرار عربی زبان میں کثرت سے ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ اسلوب جابجا استعمال کیا گیا ہے۔

اب صرف ایک بات بیان کرنی رہ گئی، قرآن مجید کی ایک ہی سورہ میں ایک ایک آیت کی تکرار بار بار کی جاتی ہے۔ "سورۂ رحمٰن" میں ﴿فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾ (۳۱) مرتبہ، ایک ایک آیت کے بعد آیا ہے، "سورۂ مرسلات" میں ﴿وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ﴾ ایک دو آیت کے بعد گیارہ مرتبہ ہے، سورۂ قمر میں بھی اسی قسم کی تکرار ہے،

اس کا جواب مختلف پہلوؤں سے دیا جاسکتا ہے:

(۱) قرآن مجید میں ہر جگہ مؤثر اسلوب اختیار کیا گیا ہے، جب ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو ہر طرح سے متاثر کردیں تو ایک ایک جملے کو بار بار کہتے ہیں اور مخاطب پر اس کا اثر پڑتا ہے، مثلاً ایک شخص پر تم نے کثرت سے احسانات کیے، وہ اپنے طرز عمل سے ان احسانات کا انکار کرتا ہے تو تم اس کو اس طرح سمجھاتے ہو، تم ہمارے کن کن احسانات کا انکار کروگے؟ کیا ہم نے تم پر یہ احسان نہیں کیا؟ کہ تم کو رہنے کو گھر دیا، کیا یہ احسان نہیں کہ تم کو روپے دیدیے، یہ احسان نہیں کہ تم کو پڑھایا؟

قرآن مجید میں ﴿فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾ کی تکرار بھی اسی قسم کی ہے، دیکھو:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ، فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، ذَوَاتَا اَفْنَانٍ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ، فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾

(جو اپنے خدا سے ڈرا اس کو دو جنتیں ملیں گی، تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے، ان جنتوں میں ہری شاخیں ہوں گی، تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے، ان میں دو نہریں بھی جاری ہوں گی، تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے، ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا ہوگا، تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے)۔

دوسری جگہ خدا قیامت اور عذاب کا حال بیان فرماتا ہے اور اس وقت منکرین کی افسوسناک حالت سے عبرت دلاتا ہے:

﴿کَاَنَّهَا جِمٰلَتٌ صُفْرٌ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ هٰذَا یَوْمُ

الفصل جمعنکم والاولین فان کان لکم کید فکیدون ویل یومئذ للمکذبین﴾۔(المرسلت)

(دوزخ کے شعلے زرد اونٹوں کی طرح ہونگے، اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے، یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ غدر کریں، اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے، یہ فیصلہ کا دن ہے، تم کو اور تمہارے اسلاف کو جمع کر دیا ہے، اگر تم کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو مجھ سے کرو، اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے۔)

تم دیکھتے ہو کہ یہ طرز تکرار کس قدر مؤثر ہے۔

(۲) مولانا آزاد بلگرامیؒ نے لکھا ہے کہ عربی کے قصائد اور غزلوں میں ردیف نہیں ہوتی اور نہ عرب میں دیگر اصناف سخن مخمس وغیرہ مستعمل ہیں، جن میں ایک مصرع بار بار آتا ہے، قرآن مجید نے عرب کے لٹریچر پر چونکہ بہت سے اصناف سخن کا اضافہ کیا ہے، اس لیے "سورۂ رحمٰن" وغیرہ میں جو ایک ہی آیت بار بار آتی ہے اس کو گویا غزل مردف سمجھنا چاہئے، جس میں ایک ہی لفظ ہر شعر کے آخر میں آتا ہے۔

(۳) شریف مرتضیٰ نے تکرار آیات کا بہت اچھا جواب دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب کے اصناف سخن میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ قصیدہ میں ایک ہی مصرع کو بار بار کہنا، قرآن مجید گو نثر ہے لیکن اس میں چونکہ عرب کے تمام اصناف کلام موجود ہیں، اس لیے بعض سورتوں میں صنف تکرار بھی اختیار کی گئی ہے، اس صنف کی مثالیں شعرائے عرب کے یہاں بہت ملتی ہیں، شریف مرتضیٰ نے چند مثالیں دی ہیں ہم اور بھی بہت سی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

مہلہل بن ربیعہ ایک مشہور جاہلی شاعر ہے، وہ کلیب کے مرثیہ میں لکھتا ہے ؎

الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا خاف المغار من المغیر
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا طرو الیتیم من الجزور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما ضیم جیران المجیر
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا رجف العضلة من الدبور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا خرجت مخبلة الخدور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما اعلنت نجوی الامور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا ضاقت رحیبات الصدور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما خار جار المستجیر
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا طالت مقاسلة الامور
الاان لیس عدلاً من کلیب
اذا هبت ریاح الزمهریر

اسی طرح سے بیس مرتبہ ایک ہی قصیدہ میں ایک مصرع کو دہراتا گیا ہے۔

دوسری جگہ مہلہل کہتا ہے ؎

ذهب الصلح او ترددا کلیبا
وتحلوا علی الحکومة حلا
ذهب الصلح او ترددا کلیبا
او تذوقوا السیوف وردا ونهلا

اسی قصیدہ میں چھ مرتبہ یہی مصرع بار بار آیا ہے، مہلہل کہتا ہے ؎

علی ان لیس یوفی من کلیب
اذا قودوا الیك فلا تقاد
علی ان لیس یوفی من کلیب
لاعطاء الطرائف والتلاد

اسی قصیدہ میں سترہ (۱۷) مرتبہ ایک ہی مصرع کی مہلہل نے تکرار کی ہے۔

حارث بن عبادہ جاہلی اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہتا ہے ؎

قربا مربط النعامة منیّ
لقحت حرب وائل عن حیال
قربا مربط النعامة منیّ
لیس دون اللقاء من اعتلال

حارث نے اس مرثیہ میں ایک ہی مصرع کو چوالیس (۴۴) بار دہرایا ہے۔

مہلہل اس مرثیہ کے جواب میں کہتا ہے ؎

قربا مربط المشهرّ منی
کل شقر او اشقر ذی بال
قربا مربط المشهّر منی
فکلیب اشاب منی قذالی

اس قصیدہ میں بھی ایک مصرع چالیس (۴۰) دفعہ دہرایا گیا ہے، لیلیٰ خیلیہ جو امیر معاویہؓ کے زمانے کی ایک مشہور شاعرہ عورت ہے، توبہ کے مرثیہ میں کہتی ہے ؎

لنعم الفتی یاتوب کنت اذا التفت
صدور العوالی واستشال السوافل
ونعم الفتی یاتوب کنت ولم تکن
لتسبق یوما کنت فیه تجادل

اس مرثیہ میں لیلیٰ دو چار مصرعوں کو لے کر پورے قصیدہ میں ان کو دہراتی گئی ہے، عمرہ بنت نعمان اپنے شوہر کے مرثیہ میں کہتی ہے ؎

وحدثنی اصحابه ان مالکا
اقام ونادی صحبه برحیل
وحدثنی اصحابه مالکا
ضروب نبصل الیف غیر نکول

پھر بار بار اسی مصرع کو دہراتی چلی گئی ہے۔

اس قسم کی لفظی اور معنوی تکرار صرف قرآن مجید ہی میں نہیں ہے بلکہ تورات میں بھی موجود ہے، حضرت موسیٰ کا قصہ تورات میں مختلف نتائج کے لیے بیسیوں جگہ آیا ہے، لفظی تکرار بھی کثرت سے ہے، ایک مقام پر ہے:

"تم میری سنتوں کی محافظت کرو، اور میرے مقدس سے ڈرو، میں خداوند ہوں اور تم بھان متی اور جادوگروں پر التفات نہ کرو، اور ان کے طالب نہ ہو کہ ان کے سبب سے ناپاک ہو جاؤ گے، میں خداوند تمہارا خدا ہوں، تو اس کے لیے جس کا سر سپید ہو، اٹھ کھڑا ہو اور بوڑھے مرد کو عزت دے، اور اپنے خدا سے ڈر، میں خداوند ہوں، اگر کوئی مسافر تیری زمین پر تیرے ساتھ سکونت کرے تو اس کو مت ستا بلکہ مسافر کو جو تمہارے ساتھ رہتا ہے، ایسا جانو جیسے وہ تم میں پیدا ہوا ہے اور ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتا ہے، اس لیے کہ تم مصر کی زمین پر پردیسی تھے، میں خداوند تمہارا خداوند ہوں تم انصاف کرنے میں پیمائش کرنے میں، تولنے میں، ناپنے میں، بے انصافی نہ کرو، چاہئے کہ تمہاری ترازو پورے پیمانے پوری دس سیریاں ہوں، میں خداوند تمہارا خداوند ہوں، جو تم کو زمین مصر سے نکال لایا، سو تم میری ساری شریعتوں اور ساری عدالتوں کی حفاظت کرو اور ان پر عمل کرو، میں خداوند ہوں"۔

آخر میں ایک بات کہنی اور باقی رہ گئی، دشمنانِ اسلام کا یہ بھی اعتراض ہے کہ "سورۂ رحمٰن" میں بعض جگہ ﴿فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾ کی تکرار بکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، مثلاً:

﴿یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ، فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، فَیَوْمَئِذٍ لَا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖ اِنْسٌ وَلَا جَآنٌّ، فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ آنٍ، فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾۔(سورہ رحمن)

(تم پر آگ پگھلے ہوئے تانبے کا شعلہ بھیجا جائے گا اور تم اپنے کو نہ روک سکو گے، تم خدا کی کن کن نعمتوں ں کا انکار کرو گے، جب آسمان پھٹ جائے گا تو سرخ مثل تیل کے ہو جائے گا، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، اُس دن کسی انسان اور جن کا گناہ نہ پوچھا جائے گا، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، گناہ گار اپنی علامت سے پہچان لیے جائیں گے تو سر کے بال اور پاؤں پکڑ کر (ڈالے جائیں گے) تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکا کرو گے، یہی وہ جہنم ہے گنہگار انکار کرتے تھے، اس آگ اور گرم پانی کے درمیان طواف کرو۔ تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔)

ظاہر ہے کہ ان آیتوں میں جہنم و دوزخ کے حالات بیان کیے گئے ہیں، یہ عذاب ہے، نعمت نہیں، اس لیے اس کے بعد یہ کہنا کہ تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔

جمہور مفسرین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جہنم و دوزخ گو خود نعمت نہیں ہیں لیکن جہنم و دوزخ کے حالات بیان کر کے انسان کو عبرت دلانا ایک نعمت ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا اصلی جواب یہ ہے کہ جہنم و دوزخ گو خاص خاص گنہگار افراد انسان کے لیے نعمت نہیں ہے لیکن عام نوع انسان کے لیے خدا کا دوزخ کو پیدا کرنا بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے، جس کے خوف سے مجرم انسان صالح ہو جاتا ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سورہ میں قرآن مجید نے جس صنفِ کلام کا استعمال کیا ہے، اس میں یہ بھی اجازت ہے کہ گو اس مکرر مصرع کو جو ہر شعر میں آتا ہے (دوسرے مصرع سے تعلق نہ ہو بلکہ پہلے مصرعوں سے تعلق ہوتا ہے) مگر پھر بھی اس کو دہرا دیے ہیں، مہلہل کے مذکورۂ بالا قصیدہ کے دو شعر سند میں پیش ہیں ؎

قربا مربط المشهّر منی
لیت شعری وذاك انعم حال

(مشہر (گھوڑے کا نام) اصطبل میرے قریب لاؤ، کاش میں جانتا اور یہ بہتر حالت ہے)

قم یا مربط المشهّر منی
من یکون الغدلة رهن العوالی

(مشہر کا اصطبل میرے قریب لاؤ کہ کل کون نیزوں کی نذر ہوگا)

دیکھو ان دو شعروں میں پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے تعلق نہیں اور نہ تیسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے بلکہ دوسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے مگر پھر بھی مکرر مصرع کو مہلہل نے ان دونوں شعروں میں دہرا دیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی اس موقع پر گو دوزخ و جہنم کے ذکر کو ﴿فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ﴾ تعلق نہیں بلکہ اس کے ماقبل اور مابعد سے تعلق ہے مگر پھر بھی اس کو دہرا دیا گیا ہے تاکہ سلسلہ تکرار ٹوٹنے نہ پائے۔

علوم قرآن دراصل ایک بحر ناپیدا کنار ہے، اس قسم کے نکتے صرف اس دریا کے چند حباب ہیں۔

☆☆☆☆☆

زبان وادب

اردو میں قصہ نگاری

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ (بہار) میں رابطہ ادب اسلامی عالمی شعبۂ برصغیر ہندوپاک کے زیر اہتمام ایک علاقائی سیمینار بعنوان "اردو میں قصہ نگاری" منعقد کیا گیا۔ جس کی روداد گذشتہ شمارہ میں شائع کی جاچکی ہے۔ اس وقت رابطہ کے صدر عالی قدر کا بیش قیمت خطبہ صدارت ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العلمین، و الصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، وعلیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین، و من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم إلیٰ یوم الدین، أما بعد:

حضرات! رابطہ ادب اسلامی عالمی برصغیر ہند وپاک کے تحت سال میں ایک سیمینار ایسا منعقد کیا جاتا ہے جس میں کوشش ہوتی ہے کہ بیرون ہند کے نمائندے بھی شریک ہوں، اور ادب اسلامی کے اُس عنوان پر جو سیمینار کے لئے طے کیا جاتا ہے، ان کے تحقیقی مقالے بھی پیش ہوں۔ ایسے سیمینار الحمد للہ تقریباً گذشتہ ۲۵ سال سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتے رہے ہیں، جن مقامات پر یہ سیمینار منعقد ہوئے ان میں دہلی، ممبئی، پونہ، بھوپال، حیدرآباد، بنگلور، اورنگ آباد، جمبوسر، بنارس، کلکتہ، رانچی، میرٹھ، لکھنؤ، رائے بریلی، الہ آباد، اعظم گڑھ، غازیپور، پٹنہ اور اسی طرح کے دیگر مختلف مقامات پر اور کامیاب طریقے سے منعقد ہوئے۔ پٹنہ میں یہ سیمینار رابطہ ادب اسلامی کا دوسرا سیمینار ہے۔

۱۹۹۹ سے قبل ہر سیمینار کی سرپرستی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو رابطہ ادب اسلامی کے عالمی صدر تھے، تاحیات پابندی کے ساتھ، فرماتے رہے، اور ہر سیمینار کے لئے ایسے موضوع کو طے کیا جاتا رہا جو اپنی نوعیت کا نیا موضوع ہو، اور اس کا تعین ادب اور اسلامی نقطۂ نظر کے لحاظ سے کیا جاتا رہا ہے، مثلاً حمد ومناجات ودعاء، حدیث شریف کی ادبی وفنی خصوصیات، نعتیہ شاعری: تاریخی وعلمی جائزہ وخصوصیات، دعوتی واصلاحی ادب، سوانحی ادب وتذکرہ نویسی، ملفوظات ومواعظ ادب کے آئینہ میں، اسلامی نشأۃ ثانیہ میں ادب کا حصہ، انسانی کردار سازی میں اخلاقی واسلامی ادب کی خدمات، اردو زبان وادب کے ارتقاء میں علماء کی خدمات، قرآن کریم کا اعجاز بیانی، مختلف زبانوں میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ اور علامہ محمد طاہر پٹنی و دیگر علماء گجرات اور ان کی ادبی وعلمی خدمات وغیرہ۔

زیر انعقاد سیمینار کے لئے "اردو میں قصہ نگاری کا جائزہ" کا عنوان طے ہوا ہے، اور اس موضوع پر قصہ نگاری کا جو تعلق اسلامی نقطۂ نظر سے ہے، اس کو پیش نظر رکھا جائیگا، امید ہے کہ مفید اور تحقیقی مقالے سامنے آئیں گے۔ ہمارے پٹنہ میں مقامی طور پر متعدد موقر شخصیتیں ہیں جن کو اردو ادب میں خصوصیت حاصل ہے، ان کے علاوہ پٹنہ سے باہر بلکہ صوبہ سے باہر کی متعدد شخصیتوں کی بھی شرکت ہورہی ہے، اس طرح انشاء اللہ یہ ایک اچھا اجتماع ثابت ہوگا، اور اس سے اردو ادب کے اس خاص سمت کے سلسلہ میں مفید اور معلوماتی وتحقیقی باتیں سامنے آئیں گی۔

حضرات! اردو زبان ایک بڑی جامع اور متنوع خوبیوں کی زبان کی حیثیت سے برصغیر ہندو پاک کو حاصل ہوئی، اس زبان کی تشکیل میں ملک کے سربرآوردہ طبقے، علماء وحکام پھر عوام اور کم علم طبقات سب کی مستعملہ زبانوں کے اثرات شامل ہیں۔ علماء کے لحاظ سے عربی کا اثر ہے، اور عربی زبان وہ زبان ہے جو اسلامی اور دینی موضوعات کی حامل ہے۔ سربرآوردہ طبقے اور حکام اور دفاتر کی زبان فارسی رہی ہے، اس کی شرکت سے اس کی اصطلاحات اور تعبیرات اردو کو حاصل ہوئیں۔ فارسی کا ادب تعلیم یافتہ لوگوں میں رائج رہا ہے، اس کے اثر سے اس کی ادبی خصوصیات بھی اردو کو حاصل ہوئی ہیں۔ اور عوام کی رعایت اور ان سے مخاطبت کی ضرورت نے ہندی زبان کی بھی اس میں واضح شرکت پیدا کی ہے۔ پھر انگریزوں کے عمل دخل کی وجہ سے انگریزی اصطلاحات کا بھی ایک حصہ اردو میں شامل ہوا ہے۔ اس طرح اردو اس ملک کی ایک متنوع خصوصیات کی جامع زبان بن گئی، اور اس زبان کی تشکیل کے بعد اس کی تکمیل تک پہونچنے پر اس میں زندگی سے تعلق رکھنے والے عمومی وخصوصی دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے حسن وافادیت پیدا ہوگئی ہے، اور فارسی وعربی کی شمولیت کی وجہ سے اسلام کا دینی و ثقافتی سرمایہ بھی اس میں اچھا خاصہ آگیا ہے۔

اب اس وقت جبکہ موجودہ عہد میں ہمارے اس وسیع وعریض اور بڑے ملک میں اردو جیسی عوام و خواص کی مشترک اور مقبول عام وخاص زبان کو اصحاب اقتدار طبقے کی طرف سے وہ ہمت افزائی نہیں مل رہی ہے جس کی وہ مستحق ہے، خود ہم اردو دانوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ایسی گل وگلزار زبان کی بقا اور اس کے تحفظ وترقی کے تعلق سے جو مفید کوششیں ہوں وہ اختیار کریں، اور ایسے پروگرام منعقد کیا کریں جن سے اس زبان کی بقا اور کارگذاری کو تقویت حاصل ہوتی رہے۔ ہمارا یہ سیمینار بھی اس کی ایک کڑی قرار دیا جاسکتا ہے۔

حضرات! اردو میں قصہ نگاری ناول نگاری سے شروع ہوئی، اور بعد میں افسانوی ادب کا اضافہ ہوا، افسانہ ناول کے مقابلہ میں بہت مختصر ہوتا ہے، اس کی وجہ سے اس کے پڑھنے کا موقع بھی ناول کے مقابلہ میں زیادہ حاصل ہوتا ہے، اور ناول ہو یا افسانہ، یہ ایسی صنف ہے جو پڑھنے کا ذوق رکھنے والوں کے ذہن اور جذبات کو غذا پہونچاتی ہے، یہ غذا ذہنی تسکین کا باعث بھی ہوتی ہے اور طبیعت انسانی کے کسی خاص پہلو کو طبیعتوں میں اجاگر کرتی ہے، اور وہ کسی ضروری نفسیاتی مقصد کے حصول کا ذریعہ بھی بنتی ہے، اس بات کو ناولوں کی صورت میں مثلاً عبدالحلیم شرر، ڈپٹی نذیر احمد جو اس صنف ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، ان کے ناولوں میں صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔

افسانہ نگاری کے رواج پانے پر ہم جب جائزہ لیتے ہیں تو اس کے کئی دور نظر آتے ہیں، جن میں حالات کے تغیر کے ساتھ تغیرات پیدا ہوئے، ان میں عام طور پر اہل اردو کے معاشرتی حالات اور نفسیاتی کیفیات میں مختلف طریقوں اور مقاصد کے لحاظ سے فرق ملتا ہے، اور اس طریقے سے اردو میں افسانہ اور ناول کے ادوار کی تاریخ جو ڈیڑھ صدی یا اس سے کم وبیش پر پھیلی ہوئی ہے، اور اس میں اس ملک کی معاشرت، حساس معاملات کے اجتماعی اور انفرادی حالات اور کیفیات کا جائزہ سامنے آتا ہے، انسانی زندگی معاشرتی اور نفسیاتی لحاظ سے خیر وشر دونوں کی حامل ہوتی ہے، ان سے واقفیت انسان کو آگے قدم بڑھانے میں اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے ذرائع جاننے میں ممد ومعاون ہوتی ہے، ان کا احساس دلانے میں معاشرتی زندگی جس میں سیاسی اور معاشرتی اور اخلاقی سب پہلو پائے جاتے ہیں، ان سے واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے لئے قصہ نگاری کے مؤثر ذرائع بڑے سودمند ہوتے ہیں۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو دیکھ کر سیکھنے اور دوسروں کے حالات کا اپنے حالات سے موازنہ کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے، اس سے اپنی اصلاح وترقی میں جو مدد ملتی ہے، وہ اس کا اچھا ذریعہ بنتے ہیں، اس سلسلہ میں بامقصد ناول اور افسانے بڑی حد تک اچھا کردار انجام دیتے ہیں۔

بیرونی اقتدار کے آغاز میں اور اس کے بعد ہندوستان کا معاشرہ جس طرح بڑی ابتری کا شکار رہا ہے، اور غریب وامیر کے درمیان گہرا فرق اور رسم و رواج کے دباؤ میں رہنے والے اور انسانی اقدار اور اخلاق سے بے بہرہ خودغرضی کا شیوہ رکھنے والے اور اختلاف وپراگندگی کا شکار طبقات کی زندگی کا طرز عام ہوگیا تھا، اس پر تعمیری اور صالح ذہن رکھنے والے لوگوں کا احساس بیدار ہوا، اور ان میں صاحب قلم حضرات نے جن میں ادبی صلاحیت تھی، ان میں سے حساس لوگوں نے اپنی ادبی صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے ناول نگاری اختیار کی، اس نے قوم کو ایک اچھا پیغام دیا، اور پھر یہ سلسلہ حالات کے فرق کے ساتھ چلتا رہا، اور انگریزوں کے اقتدار نے تعلیمی ذریعہ سے اور ادبی طریقۂ مخاطبت سے جو اثر ڈالا، اس نے اس ادبی صنف کو بھی نیا رنگ دیا۔ پھر اگلے دور میں امیری اور غریبی کی کشمکش کو اہمیت دیکر جو رجحانات کمیونسٹ بلاک سے آئے، اس نے بھی ادب کی اس صنف کو اپنا مخصوص رنگ دیا، لیکن یہ رنگ خالص مادیت اور دنیاوی مصلحت اور مذہب مخالف رخ تک چلا گیا، اس کا مقابلہ دینی احساس رکھنے والوں نے کرنے کی کوشش کی، اور انہوں نے بھی قصہ نگاری کے ذریعہ کو اپنایا، اور وہ سلسلہ الحمد للہ قائم ہے، یہ جو تبدیلیاں اور تدریجی فرق قصہ نگاری کے میدان میں سامنے آیا، انشاء اللہ آپ اس سیمینار میں پیش ہونے والے مقالات میں دیکھ سکیں گے۔

حضرات! ادب کو اگر محض لذت اور لطف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو وقتی طور پر لطف لینے یا کوئی لذیذ اور پسندیدہ پھل کھالینے کی حد تک اپنا کام انجام دیتا ہے، لیکن ادب کو انسانی ضرورت کا ایک ذریعہ ہونے کی بناء پر بامقصد بنانا ایک بڑی خدمت ہے، البتہ اس میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مقصد کی نوعیت کیا ہے، محض دنیاوی منفعت جو خود غرضی اور نفس پرستی تک محدود رہے، یا وہ مقصد جس میں انسانیت کے لحاظ سے خیرخواہی اور خیرطلبی ہو، اور مقصد کبھی سازشی بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خودغرضانہ مفاد کے لئے لوگوں کو ان کی صحیح راہ سے ہٹا کر غلط راہ پر ڈال دیا جاتا ہے، اور اس کی ایک مثال میڈیا کے موجودہ رجحان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ بہرحال انسانی خیرطلبی کا مقصد افسانہ نگاری سے بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ ہمارے رابطہ ادب اسلامی نے انسانیت نواز مقصد کو جس کی رہنمائی خاص طور پر ہم کو قرآن و حدیث سے ملتی ہے، اختیار کرنے اور بڑھانے کو اپنایا ہے، اور اسی کے تحت ہمارے یہ سیمینار منعقد ہوتے ہیں، اور یہ ہم بڑی خدمت سمجھتے ہیں کہ ادب جیسے مؤثر ذریعے سے ہم انسانوں کو انسان بنانے کی جو خدمت انجام دے سکتے ہیں، انجام دیں، اور اس سلسلہ میں ہم اپنے مالک وخالق رب العالمین سے توفیق وقبولیت کی دعاء کرتے ہیں۔

اخیر میں ہم محترمی جناب حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے امارت شرعیہ پھلواری شریف میں سیمینار کے انعقاد کا موقع دیا، اور ڈاکٹر عتیق الرحمٰن صاحب جو کہ ہمارے رابطہ ادب اسلامی کے پٹنہ حلقہ کے ذمہ دار ہیں، کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کو کامیاب بنانے میں دلچسپی سے کام لیا۔

☆☆☆☆☆

فکر معاصر

اسلام دشمنی کے مقابلہ کے لیے

علم اور مفاہمت کا راستہ اختیار کرنے کی ضرورت

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ترجمانی: محمد وثیق ندوی

یورپ میں اسلام، قرآن کریم اور سرور عالم رہبر انسانیت رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کی جانے والی گستاخانہ کوششوں اور اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت سے اندیشہ تھا کہ غیر مسلم حضرات اسلام اور اسلامی تعلیمات سے متنفر ہو جائیں گے اور اسلام کی اس مقبولیت میں کمی آجائیگی جو عالم اسلامی سے مغربی سامراج کے انخلاء کے بعد مشرق ومغرب کے درمیان اقتصادی اور سیاسی روابط اور کھلے ذہن سے اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے اعتراف اور اسلام قبول کرنے سے بڑھ رہی تھی، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے اسلام کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظام زندگی کے مطالعہ کا رجحان بڑھا۔

مغرب کے معاندانہ رویہ کی وجہ سے مغرب کے تعلیم یافتہ اور دانشور طبقہ میں یہ رجحان بڑھا کہ مغرب کی اسلام دشمنی کے اسباب کا پتہ لگایا جائے، اس طریقہ سے مغرب کا دانشور طبقہ مغربی تمدن کے فریب اور دجل سے واقف ہو رہا ہے اور مغرب کا یہ دعوی کہ اس کی تہذیب وتمدن کی بنیاد رواداری، حقوق انسان کی حفاظت، آزادئ رائے اور انسانی مساوات پر ہے، اس کی حقیقت کھل کر ان کے سامنے آرہی ہے اور وہ اسلام کی حقیقت کو تسلیم کررہے ہیں۔ اس طرح خود دشمن کے گھر میں اس کے خلاف آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔

بہت سے اسلام لانے والوں کا صاف اعتراف ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کی زندگی سے متاثر ہوئے، انہیں اسلامی معاشرہ میں بڑا اطمینان وسکون ملا اور سعادت نصیب ہوئی، اور اس میں باہمی اعتماد اور انسانی جذبات کا احترام ملا اور مسلمانوں کی معاشرت سے وہ تمام شکوک وشبہات کافور ہو گئے جو اسلام دشمن قلم کاروں اور مغربی میڈیا کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کی صاف وشفاف شبیہ کو بگاڑ کر پیش کرتا ہے۔

ان اسلام لانے والوں میں بہت سے اسلام کے پرجوش داعی بن گئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے دفاع کے لئے وقف کردیں، ان میں سرفہرست محمد اسد اور مریم جمیلہ ہیں، جنہوں نے مغربی تہذیب وتمدن کے سیاہ اور گھناؤنے چہرہ کو بے نقاب کیا، یہ قافلہ بڑھتا رہا اور مشہور دانشور، فنکار اور سفارت کار اس میں شامل ہوتے رہے، ان میں رجاء جارودی، موریس بکائی، مراد ہوفمان اور یوسف اسلام وغیرہ کے نام نمایاں ہیں، ان دانشوروں کا اسلام لانا رسمی نہیں تھا، بلکہ انہوں نے طویل تجربہ، مشاہدہ، اسلامی نظام زندگی کے گہرے اور منصفانہ مطالعہ کے بعد پورے اطمینان ویقین کے ساتھ اسلام کو گلے لگایا، اور پھر اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیں۔

فکری اور تہذیبی یلغار کے آغاز میں صرف مسلمان ہی اسلام کا دفاع کررہے تھے، جن کی مغربی تہذیب وتمدن کے متعلق معلومات یکطرفہ تھیں، لیکن بعد میں یہ محاذ ان لوگوں نے سنبھالا جنہوں نے مغربی تمدن اور مغربی سماج کو قریب سے دیکھا، پرکھا اور برتا، اور مغربی زندگی کے سلبی اور ایجابی دونوں پہلوؤں کا تجربہ کیا، اور پھر حقائق اور تجربات کی بنیاد پر مغربی تہذیب کی ہلاکت خیزی وتباہی کو بیان کیا اور اسلام اور اسلامی تمدن کی برتری اور بہتری کو ثابت کیا، اس وجہ سے ان مسلم قلم کاروں کی تحریروں کا بڑا اچھا اثر پڑا۔

اس وقت دنیا کے تمام خطوں میں دہشت گردی کے نام پر اسلام کے خلاف چلائی جارہی عالمی مہم کے باوجود اسلام کی مقبولیت روز افزوں ہے، اور خود یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے مطالعہ کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، اخباری رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور نبی رحمت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چلائی جانے والی جارحانہ مہم قبول اسلام کا سبب بن رہی ہے، مثال کے طور پر ڈنمارک میں اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد سیرت رسول کے مطالعہ کا رجحان اتنی تیزی سے بڑھا، کہ سیرت نبوی سے متعلق مطلوبہ زبان میں لٹریچر ختم ہو گیا، اور بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی طرح ہالینڈ کے انتہا پسند متشدد عیسائی وائلڈرز گیراٹ کی اشتعال انگیز فلم ''فتنہ'' کے ریلیز ہونے کے بعد متعدد یورپین باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ سوئزر لینڈ میں مسجدوں کے میناروں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرنے والوں نے اسلام قبول کرلیا۔ نیویارک سٹی میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے قریب جب مسلمانوں نے مسجد بنانے کی کوشش کی اور پھر اس کے ردعمل کے طور پر پادری ٹیری جانس نے قرآن کریم کے نسخوں کے جلانے کا اعلان کیا تو اس کے ردعمل میں ایک سو اسی (۱۸۰) امریکیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ برطانیہ کی مسلم آبادی میں حالیہ چھ سالوں میں نصف ملین کا اضافہ ہوا ہے، اور اس کے مقابل برطانیہ میں عیسائیوں کی تعداد میں دو ملین سے زیادہ کمی ہوئی ہے، اور اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کی مہم کے باوجود ایک ہزار برطانوی خواتین نے اسلام قبول کیا ہے، اور اسلام لانے کے بعد اسلام کی برتری اور اس کی افضلیت کو ثابت کررہی ہیں، ان میں سرفہرست سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر کی سالی لورین بوتھ، براڈفورڈ کی وکیل جان ہیلی (عمر ۳۰ سال) لندن چلڈرن اسکول کی معلمہ کاتھرین ہیزلٹائن (عمر ۳۱ سال)، لندن کی مشہور شاعرہ سکینہ ووگلاس (عمر ۲۸ سال) اور ٹیلی ویژن پروگرامر کریسٹن بیکر ہیں۔

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھی اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے اور اسلام مخالف کوئی مہم چلائی جاتی ہے تو قبول اسلام کی لہر چل پڑتی ہے اور اسلام کے مطالعہ کا رجحان تیزی سے بڑھنے لگتا ہے، شر خیر کا سبب بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿عَسىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو) [سورہ بقرہ: ۲۱۶]۔

اس حوصلہ افزا صورت حال کا سبب ایجابی اور مثبت طریقۂ کار ہے، گزشتہ عہد میں مسلمان اشتعال انگیزی کا جواب اشتعال انگیزی سے دینے لگتے تھے اور سڑکوں پر نکل آتے تھے، جس سے مخالف کیمپ میں ردعمل پیدا ہوتا تھا اور اسلام پر حملہ کرنے والوں کو اپنے حلقے میں حمایتی اور مؤیدین مل جاتے تھے اور وہ ہیرو بن جاتے تھے اور اپنی ذلیل حرکتوں اور گستاخیوں سے خوب دولت کماتے تھے، لیکن اب مسلمانوں کے رویہ میں تبدیلی آئی ہے، اشتعال انگیزی اور احتجاج کے بجائے علم وحکمت پر مبنی ایجابی دفاع، پرامن مذاکرات، باہمی مفاہمت اور حلم وبرداشت کا راستہ اختیار کیا جارہا ہے، جس کے بڑے ہمت افزا نتائج برآمد ہورہے ہیں۔ متعدد مسلم تنظیموں اور قائدین نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو جمع کرکے مذاکرات کا جو طریقہ اختیار کیا اور اسلام کے تعارف اور دفاع کے لئے لٹریچر فراہم کیا اس کے اچھے اثرات مرتب ہورہے ہیں، ابھی حال میں واشنگٹن میں ''اسنا'' کی جانب سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تمام مذاہب کے ماننے والے مسلمان، عیسائی، یہودی، سکھ اور ہندو شریک ہوئے، تمام شرکاء نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام کے خلاف چلائی جانے والی مہم بند کی جائے، کیونکہ مذہب اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے، ٹکراؤ کے بجائے مفاہمت اور ڈائیلاگ کا راستہ اختیار کیا جائے اور شخصی اور انفرادی تشدد کی بنیاد پر کسی مذہب کو بدنام نہ کیا جائے، اس کانفرنس سے بہت سے غیر مسلم دانشوروں کا ذہن صاف ہوا۔ خود ہندوستان میں پیام انسانیت کے جلسوں اور ڈائیلاگ سے غیر مسلموں کے ذہنوں میں جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہورہی ہیں۔

ان کوششوں کے نتیجہ میں خود یورپ اور امریکہ میں اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے جارحانہ حملوں کی سنجیدہ اور دانشور حلقہ کی طرف سے مذمت ہونے لگی ہے، کیونکہ یہ جارحانہ اقدامات مغربی تہذیب کی قدروں کے خلاف ہیں جس کی بنیاد رواداری، باہمی احترام، آزادئ رائے اور پرامن بقائے باہم پر ہے، اس لئے اب خود یورپ میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو کھل کر اسلام مخالف مہم کی مذمت کررہے ہیں۔ پادری ٹیری جانس کے اعلان کے بعد امریکی صدر باراک اوباما نے کہا تھا کہ اس طرح کے جارحانہ اقدام سے انتہا پسندوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور تشدد کو فروغ ملے گا، لہذا ہمیں تمام مذاہب کا احترام کرنا چاہئے اور جو لوگ نفرت اور دشمنی کو ہوا دے رہے ہیں ان کی مذمت کریں۔ بعض یورپین ملکوں میں اسلام کے تعارف کے لئے نظام تعلیم میں گنجائش پیدا کی گئی ہے اور ان کے ریڈیو اسٹیشنوں سے اسلام کے تعارف کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہے۔

مذاہب کے احترام کی بات کرنے والے تنہا اوباما نہیں ہیں، بلکہ جو بھی کھلے ذہن سے اسلام مخالف مہم اور اس کے نتائج کا انصاف کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے وہ احترام مذاہب کی بات کرتا ہے، لہذا متعدد دانشور اور سیاسی قائدین نے ''اسلاموفوبیا'' (اسلام سے خوف ودہشت کی مہم) کی مذمت کی ہے اور اسلام سے خوف ودہشت پیدا کرنے والی کارروائیوں کو روکنے کی اپیل کی ہے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ اس سے اسلام کی مقبولیت میں اور اضافہ ہوتا ہے، اس لئے کہ اس سے غیر مسلموں میں اسلام اور سیرت رسول کو جاننے اور قرآن کریم کے مطالعہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں غیرت وحمیت اور اپنے دین سے وابستگی مضبوط ہوتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ جسے بھی اسلام کو سمجھنے اور برتنے کا موقع ملتا ہے تو وہ حقیقت جاننے کے فورا بعد دین اسلام اختیار کرلیتا ہے اور اسلام کی اعلی انسانی قدروں اور اس کی مثالی تہذیب کا گرویدہ ہوجاتا ہے اور مغربی تمدن سے نفرت ہوجاتی ہے۔

پادری ٹیری جانس نے جب قرآن مجید کے نسخوں کو جلانے کا اعلان کیا تھا تو اس کے فورا بعد وفاقی میتھوڈسٹ چرچ (Methodist) کے پادری ریورینڈر لینڈر نے کلیساؤں میں قرآن کریم تقسیم کرنے کا اعلان کیا اور قرآن کے مطالعہ کے بعد یہ بیان دیا کہ اسلام امن وآشتی، عفو ودرگزر، رواداری اور عدل ومساوات کا مذہب ہے، اور اسلام اور قرآن مجید کے مطالعہ کی دعوت دی اور کہا کہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھا جائے اور مفاہمت

اور گفتگو کے ذریعہ مسائل حل کئے جائیں۔ ہندوستان کی بعض تنظیموں اور افراد نے قرآن کریم کے ترجمے اور سیرت مبارکہ سے متعلق کتابوں کو غیر مسلم دانشوروں میں تقسیم کیا تو اس سے بڑے مثبت تاثرات موصول ہوئے، انہوں نے اعتراف کیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو صبر و برداشت اور عفو و درگزر کی تلقین کرتا ہے، ظلم کے بجائے انصاف کی دعوت دیتا ہے، فساد کے بجائے امن کی دعوت دیتا ہے۔

مسلمانوں نے اسی دور میں جب ہر چہار جانب سے حملے کئے گئے، صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، اور دشمنان اسلام کی زبردست میڈیائی یلغار اور متشدد عیسائی تنظیموں کے جارحانہ حملوں کا صبر و حکمت سے سامنا کیا اور اپنے محدود وسائل کے ذریعہ اسلام کو پیش کیا، جس کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہوئے، اس سلسلہ میں یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور دیگر یورپین ملکوں میں قائم اسلامی سنٹروں نے قائدانہ رول ادا کیا ہے، اس لئے کہ ان سنٹروں نے دشمن کے گھر میں علمی، عملی اور حکیمانہ انداز میں اسلام کا دفاع کیا اور دعوت اسلام کو مطمئن کرنے والے معاصر علمی انداز میں پیش کیا، اور ملاقاتوں، مذاکرات اور خیر سگالی میٹنگوں کے ذریعہ غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور اسلام کے خلاف پائے جانے والے شکوک و شبہات کو مؤثر انداز میں دور کیا۔ اس حکیمانہ رویہ، موعظۂ حسنہ اور پرامن گفتگو سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ بہت سے دشمن دوست بن گئے، اور مخالفین ہمنوا ہو گئے۔

اسلام دینِ دعوت ہے، اور دعوت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ مخاطب کا احترام ملحوظ رکھا جائے، ماحول اور صورت حال کی رعایت کی جائے، داعی کو اپنے پیغام پر پورا یقین ہو اور انداز تخاطب مخاطب کے فہم کے مطابق ہو، اور اس سے دوستی اور اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اس لئے کہ سختی، نفرت اور عداوت کے ماحول میں دعوت کا عمل کارگر نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے قرآن مجید میں جگہ جگہ پر مسلمانوں کو صبر، دوسروں کے مذہب اور ان کے جذبات کے احترام اور دشمنی و عداوت سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ [سورہ کہف: ۲۸] (اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے [گذر کر اور طرف] نہ دوڑیں) ﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ [سورہ مزمل: ۱۰] (اور جو جو دل آزار باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور ان سے اچھے طریقہ سے کنارہ کش رہو) ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [مائدہ: ۸] (اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کو چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہ پرہیزگاری کی بات ہے)۔

گزشتہ عہد میں اسلامی عمل کے میدان کا یہ المیہ تھا کہ دعوت کے لئے اور ملکی معاملات کے سلسلہ میں سیاسی انداز اختیار کیا گیا، جس کی وجہ سے حکام، غیر اسلامی ماحول میں تعلیم پانے والوں اور خارجی دنیا کے دشمنوں سے ٹکراؤ پیدا ہو گیا، حالانکہ وہی دعوتی طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے جسے ہمارے اسلاف نے اختیار کر کے دلوں کو فتح کر لیا تھا بلکہ پوری دنیا پر حکمرانی کی۔ اور وہ طریقہ موعظہ حسنہ، حسن اخلاق، نرمی، محبت، رواداری اور انسانی غمخواری کا طریقہ ہے۔

موجودہ صورت حال میں دعوت و اصلاح کے میدان میں طریقہ کار بدلنے کی ضرورت ہے، اور جب مخاطب، ماحول اور وقت کے تقاضوں کی رعایت کے ساتھ مؤثر طریقہ کار اختیار کیا جائے گا تو دشمن بھی دوست بن جائیں گے، اسلامی تاریخ میں اس کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ، وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا، وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ [سورہ حم سجدۃ: ۳۴، ۳۵] (سخت کلامی کا ایسے طریقہ سے جواب دو جو بہت اچھا ہو، ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے اور یہ انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو برداشت کرنے والے ہیں، اور انہی کو نصیب ہوتی ہے، جو بڑے صاحب نصیب ہیں)۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالباری ندوی رحمۃ اللہ علیہ
کی اہم تصنیفات

۱۔ تجدید معاشرت (اول، دوم) (یعنی تجدید دین کامل)
جس میں اسلامی معاشرت سے متعلق اہم اور بنیادی باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔
قیمت جلد اول -/130 روپئے قیمت جلد دوم -/130 روپئے

۲۔ نظام صلاح و اصلاح
جس میں سورۂ والعصر کی روشنی میں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔
قیمت -/130 روپئے

۳۔ فرشتہ صفت انسان
جو مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ کے تذکرہ میں مشاہدات پر مشتمل البیلی کتاب ہے۔
قیمت -/80 روپئے

طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام
ندوۃ العلماء کیمپس، پوسٹ بکس ۱۱۹، ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ، لکھنؤ

تذکیر و اصلاح

پہلے اپنی خبر لیجئے!

مفتی محمد تقی عثمانی

"زمانہ بڑا خراب ہے"، "امانت اور دیانت لوگوں کے دل سے اٹھ چکی ہے"، "رشوت کا بازار گرم ہے"، "دفتروں میں پیسے یا سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا"، "ہر شخص زیادہ سے زیادہ بٹورنے کی فکر میں لگا ہوا ہے"، "شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکل گیا ہے"، "بے دینی کا سیلاب چاروں طرف امڈا ہوا ہے"، "لوگ خدا اور آخرت سے غافل ہو بیٹھے ہیں"۔

اس قسم کے جملے ہیں جو ہم دن رات کسی نہ کسی اسلوب سے کہتے یا سنتے رہتے ہیں، ہماری کوئی محفل شاید ہی حالات کی خرابی کے اس شکوے سے خالی ہوتی ہو، اور یہ شکوہ کچھ غلط بھی نہیں، واقعہ ہے کہ زندگی کے جس شعبے کی طرف نظر ڈالئے، ایک نمایاں انحطاط دکھائی دیتا ہے، اور معاشرتی خرابیاں ہمیں گھن کی طرف چاٹ رہی ہیں۔

دوسری طرف اصلاح معاشرہ کی کوششوں کا جائزہ لیجئے، تو بظاہر ان میں بھی کوئی کمی نظر نہیں آتی، نہ جانے کتنے ادارے، کتنی جماعتیں، کتنی انجمنیں اسی معاشرے کی اصلاح کے لیے قائم ہیں، اور اپنے اپنے دائرے میں اپنی اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کر رہی ہیں، شاید ملک کا کوئی قابل ذکر حصہ اس قسم کی کوششوں سے خالی نہ ہو، اور ان میں سے بعض کوششوں کا محدود سا اثر کہیں کہیں نظر بھی آجاتا ہے، لیکن اگر بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کو دیکھا جائے تو بظاہر یہ ساری کوششیں رائیگاں محسوس ہوتی ہیں، اور معاشرہ کی مجموعی فضا پر نہ صرف یہ کہ ان کا کوئی نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ افق پر امید کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آتی۔

اس صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، اور اسباب اب اتنے الجھ گئے ہیں کہ اس الجھی ہوئی ڈور کا سرا پکڑنا بھی آسان نہیں رہا، لیکن اس وقت میں صرف ایک اہم سبب کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف بسا اوقات ہمارا دھیان نہیں جاتا۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارا اجتماعی مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کہ ہمیں دوسروں پر تنقید کرنے، ان کے عیوب تلاش کرنے اور ان کی برائیوں پر تبصرہ کرنے میں جو لطف آتا ہے وہ کسی حقیقی اصلاحی عمل میں نہیں آتا۔ حالات کی خرابی کا شکوہ ہمارے لیے وقت گزاری کا ایک مشغلہ ہے جس کے نت نئے اسلوب ہم ایجاد کرتے رہتے ہیں لیکن ان خرابیوں کی اصلاح کے لیے کوئی بامعنی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے، اور اگر اصلاح احوال کے لیے کوئی جھنڈا بلند کرتے بھی ہیں تو ہماری خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اصلاح کے عمل کا آغاز کسی دوسرے سے ہو۔ ہماری اصلاحی جدوجہد اس ذہنی مفروضے کی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے کہ ہمارے سوا ساری دنیا کے لوگ خراب ہو گئے ہیں، اور ان کے اعمال و اخلاق کو درست کرنے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے، یہ سب کچھ سوچتے اور کرتے ہوئے یہ خیال بہت کم لوگوں کو آتا ہے کہ کچھ خرابیاں خود ہمارے اندر بھی ہو سکتی ہیں، اور ہمیں سب سے پہلے ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، چنانچہ جو اصلاحی تحریک اپنے آپ سے بے خبر ہو کر صرف دوسروں کو اپنا ہدف بناتی ہے، اس میں دوسروں کے لیے کوئی کشش اور تاثیر نہیں ہوتی اور وہ محض ایک رسمی کارروائی ہو کر رہ جاتی ہے۔

معاشرے کے حالات اور لوگوں کے طرز عمل پر تنقید کا سب سے خطرناک اور نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ بعض اوقات معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو خود اپنی غلط کاری کے لیے وجہ جواز بنا لیا جاتا ہے، چنانچہ یہ فقرہ بکثرت سننے میں آتا ہے کہ "یہ کام ٹھیک تو نہیں ہے، لیکن زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے کرنا ہی پڑتا ہے" اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے زمانے اور زمانے کی ساری برائیوں کا تذکرہ تو اس انداز سے کرتے ہیں جیسے ہم ان تمام برائیوں سے معصوم اور محفوظ ہیں لیکن اس تذکرے کے بعد جب عملی زندگی میں پہنچتے ہیں تو ان کاموں کا بے تکان ارتکاب کرتے جاتے ہیں، جن کی برائی بیان کرتے ہوئے ہم نے اپنا سارا زور بیان خرچ کیا تھا۔

اگر ہماری آنکھوں کے سامنے ایک ہولناک آگ بھڑک رہی ہو، اور ہم یقین سے جانتے ہوں کہ اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو یہ پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی تو کیا پھر بھی ہمارا طرز عمل یہ ہوگا کہ ہم اطمینان سے بیٹھ کر اظہار افسوس کرتے رہیں، اور ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش نہ کریں؟ ایسے موقع پر بے وقوف سے بے وقوف شخص بھی آگ کی تفصیلات کو نمک مرچ لگا کر بیان کرنے سے پہلے اسے بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ

نقصان نہیں پہنچا سکتے تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتائیگا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔)[سورہ مائدہ:۱۰۵]

اس آیت کریمہ نے یہ زریں حقیقت ارشاد فرمائی ہے کہ دوسروں کی بدعملی تمہاری بدعملی کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتی، نہ صرف اس کا تذکرہ کردینے سے کوئی مقصد حاصل ہوسکتا ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنی خبر لو، اور کم از کم اپنی ذات کی حد تک بداعمالیوں سے پرہیز کرو، اور اپنا سارا زور خود اپنے آپ کو درست کرنے میں خرچ کردو۔ جن برائیوں سے فوراً بچ سکتے ہو ان سے فوراً بچ جاؤ، جن سے بچنے کے لیے کسی کوشش اور محنت کی ضرورت ہے، ان کے لیے کوشش شروع کردو، اگر کوئی دوسرا شخص رشوت لے رہا ہے تو کم از کم خود رشوت کے گناہ سے بچ جاؤ، اگر کوئی دوسرا خیانت کا مرتکب ہورہا ہے تو کم از کم خود خیانت سے اجتناب کرو، اگر کوئی دوسرا جھوٹ بول رہا ہے تو کم از کم سچائی کو اپنا شعار بنالو، اگر کوئی دوسرا حرام خوری میں مبتلا ہے تو کم از کم تم یہ طے کرلو کہ حرام کا کوئی لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا۔

یہی ہدایت ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دی ہے: "اذا رأیت شحاً مطاعاً وھوی متبعاً ودنیا مؤثرۃً واعجاب کل ذی رأی برأیہ فعلیك بخاصۃ نفسك ودع عنك أمر العامۃ".

(جب تم دیکھو کہ لوگ جذبہ بخل کی اطاعت کررہے ہیں، اور خواہشات نفسانی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، دنیا کو ہر معاملے میں ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہے تو ایسے میں خاص طور پر اپنی اصلاح کی فکر کرو، اور عام لوگوں کے معاملے کو چھوڑ دو۔)[سنن ترمذی]

مطلب یہ ہے کہ ایسے موقع پر عام لوگوں کی برائی کرتے رہنا مسئلے کا کوئی حل نہیں، مسئلے کا حل یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کرے، اور اپنے آپ کو ان پھیلی ہوئی برائیوں سے بچانے کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کردے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من قال ھلك الناس فھو أھلکھم".

(جو شخص یہ کہتا پھرے کہ لوگ برباد ہوگئے تو درحقیقت ان سے زیادہ برباد خود وہ شخص ہے۔)[صحیح مسلم "کتاب البر والصلۃ والآداب" حدیث:۴۷۵۵ میں یہ الفاظ ہیں "اذا قال الرجل ھلك الناس فھو أھلکھم"۔]

یعنی جو شخص ہر وقت دوسروں کی برائیوں کا راگ الاپتا رہتا ہو، اور خود اپنے عیوب کی پروا نہ کرے، وہ سب سے زیادہ تباہ حال ہے، اس کے بجائے اگر وہ اپنی اصلاح کی فکر کرلے، اور اپنے طرز عمل کا جائزہ لے کر اپنی برائیاں دور کرلے تو کم از کم معاشرے سے ایک فرد کی برائی ختم ہوجائے گی اور تجربہ یہ ہے کہ معاشرے میں ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے، اور ایک فرد کی اصلاح کسی دوسرے کی اصلاح کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے، معاشرہ درحقیقت افراد ہی کے مجموعے سے عبارت ہے، اور اگر افراد میں اپنی اصلاح کی فکر عام ہوجائے تو دھیرے دھیرے پورا معاشرہ بھی سنور سکتا ہے۔

لہٰذا مسئلے کا حل یہ نہیں ہے کہ ہم معاشرے اور اس کی برائیوں کو ہر وقت کوستے ہی رہیں، اس سے نہ صرف یہ کہ کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات لوگوں میں مایوسی پھیلتی ہے اور بدعملی کو فروغ ملتا ہے، اس کے بجائے مسئلے کا حل قرآن

وسنت کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے حالات کا جائزہ لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی عادت ڈال کر یہ دیکھے کہ اس کے ذمے اللہ اور اس کے بندوں کے کیا کیا حقوق وفرائض ہیں؟ اور کیا وہ واقعۃً ان حقوق وفرائض کو ٹھیک ٹھیک ادا کررہا ہے؟ معاشرے کی جن برائیوں کا شکوہ اس کی زبان پر ہے، ان میں سے کن کن برائیوں میں وہ خود حصہ دار ہے؟

چونکہ ہم نے کبھی اس نقطۂ نظر سے اپنا جائزہ لینے کی کوشش ہی نہیں کی، اس لیے یہ اجمالی بہانہ ہم دن رات پیش کرتے رہتے ہیں کہ چار سو پھیلی ہوئی بدعنوانیوں میں ایک اکیلا شخص کیا کرسکتا ہے؟ حالانکہ اگر انصاف کے ساتھ اس طرح جائزہ لے کر دیکھیں تو پتہ چلے کہ ان گئے گزرے حالات میں بھی ایک اکیلا شخص بہت کچھ کرسکتا ہے، جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ ہماری بہت سی غلطیاں اور کوتاہیاں ایسی ہیں جن کا ہم فوری طور پر تدارک کرسکتے ہیں، اور کوئی نہیں ہے جو اس تدارک کے راستے میں رکاوٹ بن سکے۔

اور بہت سی غلطیاں ایسی ہیں جن کا اگر فوری تدارک ممکن نہیں ہے تو کم از کم ان کی مقدار اور سنگینی میں فوری طور سے کمی کی جاسکتی ہے، اور بہت سی ایسی بھی ہیں جن کی تلافی اور تدارک میں کچھ دشواریاں ہیں لیکن وہ دشواریاں ایسی نہیں ہیں جو حل نہ ہوسکیں، ان دشواریوں کو دور کرنے کی راہیں سوچی جاسکتی ہیں، آخر اسی گئے گزرے معاشرے میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے جو برائیوں کی اس بھڑکی ہوئی آگ میں بھی اپنا دامن بچا کر زندگی گزار رہے ہیں، ایسے لوگ اپنی پاکباز زندگی کی وجہ سے مرنہیں گئے، وہ بھی اسی معاشرے میں زندہ ہیں بلکہ اگر حقیقت شناس نگاہ ہو تو بہت اچھی طرح زندہ ہیں۔

لیکن ان ساری باتوں کا احساس اسی وقت جاگ سکتا ہے جب دل میں اپنی اصلاح کی فکر پیدا ہوجائے، اور اس فکر کے نتیجے میں اپنا جائزہ لینے کی عادت پڑجائے، جس دن ضمیر کی یہ طاقت بیدار ہوگئی اور اس کی آواز سننے کے لیے قلب وذہن کے دریچے کھل گئے، اس دن صحیح معنی میں اس حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ معاشرے کی خرابی کا جو ہوا ہم نے اپنے سروں پر مسلط کررکھا تھا، اور جس نے ہمیں اپنی صحت کی ہر تدبیر سے روکا ہوا تھا، وہ کتنا بے حقیقت اور کتنا بے وزن تھا؟ بیمار کا سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اپنی بیماری کا احساس ہو، اور اس بات کا یقین اس کے دل میں پیدا ہو کہ اس کی بیماری ناقابل علاج نہیں ہے، اور آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہم اس احساس اور اس یقین سے مسلح ہوکر اپنی بیماری کا علاج تلاش کرنے کی فکر کریں۔

☆☆☆☆☆

زمانہ سے جس کا انتظار تھا

میزاب رحمت

حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کا مجموعۂ کلام

منظر عام پر

جس میں حمد ومناجات، نعت پاک، درود وسلام سے متعلق جہاں عشق ومحبت اور فدائیت سے بھرپور نظمیں ہیں، وہیں اس میں نغمات سحر کے عنوان سے صبح وشام کے تسبیحی نغمے بھی ہیں، اس مجموعہ کلام میں منظر کشی بھی ہے اور رمضان سے متعلق نظمیں اور پیام رحمت بھی، اللہ کے لیے جان ومال کی قربانی دینے والوں کو خراج عقیدت بھی، دین کا علم اٹھانے والوں کی منقبت بھی، خاندان کے محسنوں کا اعتراف بھی، طلبہ وطالبات کے لیے دلکش ترانے بھی اور اسلام سے نسبت رکھنے والوں کے لیے وصایا بھی۔

طلبہ کے لیے خصوصی رعایت — **قیمت مجلد: ۱۴۰/ روپئے**

ناشر: **مکتبہ اسلام**، رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، امین آباد لکھنؤ (یوپی)

موبائل نمبر: 9415912042

تعلیم وتربیت

الحاد و بے دینی اور ہمارا فرض

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

جن مسلمان والدین کو اپنا دین عزیز ہے اور وہ اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی اور ایثار کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں وہ کبھی بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ یا ان کے بچے دین سے دور رہ کر زندگی گزاریں، وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، بری صحبت سے بچانے کی فکر کرتے ہیں، ان کو اچھی باتیں بتلاتے ہیں، بزرگوں کے واقعات سناسنا کر دین کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سخت سے سخت حالات میں بھی مایوس نہیں ہوتے۔ ان ممالک میں جہاں مسلمانوں کا دینی حیثیت سے کوئی نظام قائم نہ تھا، نہ ان کے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام تھا بلکہ حکومت کی طرف سے جو تعلیم دی جاتی تھی وہ مسلمان بچوں کے لئے دینی حیثیت سے زہر سے کم نہ تھی، اس تعلیم کو حاصل کر کے مسلمان بچہ جو کچھ بھی بنتا، مسلمان اور خدا کا پرستار نہیں رہ سکتا تھا، ایسے نازک موقع پر دین کی تڑپ رکھنے والے والدین نے اپنے بچوں سے غفلت نہیں کی بلکہ ان کی دینی تعلیم کا خود انتظام کیا، خود وقت نکال کر ان کی دینی تربیت کی اور سرکاری تعلیم کے زہر سے ان کو بچالیا اور ان کی کوشش سے نسلوں کی نسلیں الحاد وکفر سے بچ نکلیں اور صرف اسلام پر قائم ہی نہیں رہیں بلکہ ان میں بعض ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے ہاتھوں پر ہزاروں انسان جو خدا سے روٹھے ہوئے تھے، تائب ہوئے۔ جن کے والدین نے سخت ناموافق حالات میں بھی اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائی۔

آج کا دور بھی یہی نزاکت لئے ہوئے ہے۔ ہمارے ملک میں جو سرکاری تعلیم رائج ہے اور جو نصاب اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے وہ بھی اپنے مواد اور اپنی تصویروں کے لحاظ سے مسلمان بچوں کو ان کے عزیز دین سے دور کرنے اور شرک کی طرف کھینچنے والا ہے۔ آپ پورے نصاب پر نظر ڈالئے، ہزاروں صفحات میں غیر اسلامی کلچر کی تعریف، اس کی دعوت وتلقین ہی ملے گی، نہ مسلمانوں کے بزرگوں کا نام ملے گا، نہ ان کی خدمتوں اور کارناموں کا تذکرہ ملے گا اگر کہیں کہیں کوئی تذکرہ آجاتا ہے تو کسی تاریخی عمارت کا یا کسی بادشاہ کا۔

نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں کے معصوم دماغ متاثر ہوتے ہیں اسکول میں وہ پڑھتے ہیں، گھروں میں ان کو کوئی دین کی بات بتاتا نہیں، رفتہ رفتہ وہ اپنے بزرگوں تک سے ناواقف ہو جاتے ہیں، وہ اپنے دین سے اول تو غافل ہوتے ہیں، اگر جانتے ہیں تو صرف اتنا کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ تاثر بھی دماغ پر چھایا ہوتا ہے کہ ہمارا دین زندہ نہیں اور نہ ہمارے یہاں کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا، اسکولوں کی اس تعلیم نے اپنے کھلے اثرات پیدا کرنے شروع کر دیے ہیں، ان حالات نے ہر دینی جذبہ رکھنے والے والدین کو بے قرار کر رکھا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان والدین اپنی اولاد پر نگاہ رکھیں وہ اپنے بچوں کو ایسے مدارس میں داخل کریں جہاں عام کتابوں کے ساتھ ساتھ دینی کتابیں داخل ہوں۔

اگر ایسا کرنا مشکل ہے تو جب بچہ اسکول سے پڑھ کر آئے تو اس سے پوچھیں اور جو کچھ اس نے اپنے دین کے خلاف پڑھا ہے اس کے زہر سے اس کو بچائیں، خارجی اوقات میں اس کو ایسے استادوں کے پاس بٹھائیں جہاں بیٹھ کر وہ اپنے دین سے واقف اور خبردار ہو، جگہ جگہ ایسے مکاتب کھولیں جن میں ایسا نصاب رائج کیا جائے جو زبان کے ساتھ ساتھ دین کے عقائد اور اعمال پر حاوی ہو۔ یہی چند صورتیں ہیں جن کی وجہ سے ہماری نسلیں کفر الحاد اور شرک وبے دینی سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

عمدہ طباعت بہترین کاغذ خوبصورت سرورق

۱۔ قصص النبیین	اول	=/Rs .22
۲۔ قصص النبیین	دوم	=/Rs .22
۳۔ قصص النبیین	سوم	=/Rs .28
۴۔ قصص النبیین	چہارم	=/Rs.18
۵۔ قصص النبیین	پنجم	=/Rs .50
۶۔ القراءۃ الراشدۃ	اول	=/Rs.24
۷۔ القراءۃ الراشدۃ	دوم	=/Rs.26
۸۔ القراءۃ لراشدۃ	سوم	=/Rs.30

ناشر

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ایک جائزہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مسئلہ فلسطین

مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

ارض فلسطین کا تقدس تسلیم شدہ ہے، مسجد اقصیٰ اس کی گود میں ہے، جس کے بارہ میں قرآن پاک میں ﴿بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ (ہم نے اس کے اردگرد برکت بخشی ہے) کی گواہی موجود ہے۔ وہی مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا۔

۶۳۶ء میں حضرت فاروقؓ کی فوجوں نے اس کو فتح کیا۔ اس کے بعد صرف نوے سال مستثنیٰ کر دئے جائیں تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ مسلسل مسلمانوں ہی کی تولیت میں رہا۔ درمیان میں جب اس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینا گیا تو مسلمان تڑپ اٹھے، اور اس وقت تک ان کو چین نہیں آیا جب تک کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے دوبارہ اس کو فتح نہ کرلیا۔

خلافت عثمانیہ کے دور میں خلفاء ہی کے ہاتھ میں اس کی تولیت رہی، جب خلافت پر زوال آیا تو دشمنوں نے بال وپر نکالنے شروع کیے۔ ۱۹۱۷ء میں یہودیوں نے بہت ہی خفیہ طور پر وہاں قدم جمانے شروع کیے۔ ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ انگریز ہائی کمشنر کے ذریعہ ملکی حکومت کا اعلان ہوا، اس کے بعد سے انگریزوں کی سرپرستی میں یہودیوں نے مضبوطی حاصل کرنی شروع کی اور دنیا کے مختلف ملکوں سے وہاں آکر آباد ہونے شروع ہوئے۔ ۱۹۳۹ء تک ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب پہونچ گئی۔ نتیجہ ظاہر تھا، ان کی عربوں سے کشمکش شروع ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں خوں ریز فسادات کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۹۴۸ء میں باقاعدہ ''حکومت اسرائیل'' کے قیام کا اعلان کر دیا گیا اور یہودیوں نے کئی عرب ریاستوں پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس طرح فلسطین کی سرزمین پر ایک ایسا ناسور وجود میں آگیا جس نے عرب مسلمانوں کو کمزور کرنے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کیں، اور ایک ماسٹر پلان تیار کیا جس میں ''مملکت اسرائیل'' کے حدود اتنی وسعت کے ساتھ متعین کیے گئے جس میں متعدد عرب ملک شامل تھے۔ اس وقت مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے لئے بڑا خطرہ پیدا ہوگیا، پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کو محسوس کیا۔

ملی مسائل سے مولانا کی دلچسپی اور فکر وسعی کا آغاز ہی مسئلہ فلسطین سے ہوتا ہے۔ ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۹ء کے درمیان کا قصہ ہے، عربوں کی یہودیوں سے سخت مزاحمت چل رہی تھی، پورا فلسطین فسادات کی لپیٹ میں تھا، حالات بگڑ رہے تھے، ہندوستان میں اہل علم واہل دل اس کے لئے مضطرب تھے۔ اس وقت حضرت مولاناؒ نے شیخ محمد العربی کے ساتھ بعض علاقوں کے دورے فرمائے، اور اس مسئلہ کی اہمیت تمام لوگوں کے سامنے بیان فرمائی۔ یہ مولاناؒ کی تحریکات سے وابستگی اور ملی کوششوں کے باقاعدہ آغاز سے پہلے کا واقعہ ہے۔

۱۹۵۱ء میں حضرت مولاناؒ نے فلسطین کا پہلا سفر کیا، مسجد اقصیٰ میں نمازیں پڑھیں، وہاں کے اہم علماء اور قائدین سے ملاقاتیں کیں اور حالات کا مطالعہ فرمایا اس وقت کے تأثرات قلم بند کرتے ہوئے مولاناؒ فرماتے ہیں:

''عمان و بیت المقدس کے سفر میں فلسطین کے بارے میں معتبر وذمہ دار اشخاص کے ذریعہ وہ افسوس ناک حقائق معلوم ہوئے جن کا علم کسی کتاب کے مطالعہ سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین ایک ڈرامہ تھا، جس کو انگریزوں اور ان کے پٹھوؤں نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا، اس کے کردار عرب، عرب بادشاہ اور حکومتیں تھیں۔ یہ ڈرامہ فلسطین کے اسٹیج پر کھیلا گیا اور عالم عربی اور عالم اسلام کی آنکھوں میں دھول ڈال کر برطانیہ اور صیہونی یہودیوں کے منصوبے کو پورا کیا گیا۔ یہ ایک سوچی سمجھی شاطرانہ اسکیم تھی۔ مسلمانوں کی اس ذلت ورسوائی کے معاملے میں آزاد فلسطینی قوم سب سے زیادہ بے قصور ہے۔ اصلاً فلسطین کا خون عرب حکومتوں اور ان کے قائدین اور عرب لیگ کی گردن پر ہے۔'' (کاروان زندگی: ۱/۳۸۷)

فلسطین کے سفر سے واپسی پر حضرت مولاناؒ کی ملاقات شرق اردن کے حکمراں شاہ عبداللہ سے ہوئی۔ حضرت مولاناؒ نے ان سے دعوتی انداز میں بے تکلف گفتگو کی اور ان کو مسجد اقصیٰ اور فلسطین کی ذمہ داریوں کی نزاکت واہمیت سے آگاہ کیا۔ شرق اردن کے قیام میں دو تین دن کے فصل سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو مولاناؒ نے ان کو فلسطین جانے اور فلسطینی پناہ گزینوں کی طرف توجہ کرنے کا مشورہ دیا۔ تقدیری بات وہ اگلے جمعہ کو مسجد اقصیٰ نماز پڑھنے گئے اور وہیں شہید کر دئے گئے۔

اس سفر میں ۲۳ر جولائی ۱۹۵۱ء کو دمشق یونیورسٹی کے ہال میں اہم ترین افراد کی موجودگی میں حضرت مولاناؒ نے اس موضوع پر پُر مغز مقالہ پیش کیا جس میں مسئلہ کا پورا تجزیہ بھی فرمایا اور پہلی مرتبہ بہت سے وہ حقائق بیان فرمائے جن کی طرف عام طور پر تجزیہ نگاروں کی نگاہ نہیں پہنچتی، مولاناؒ نے فرمایا:

"عام طور پر جو اسباب بیان کیے جاتے ہیں وہ اصل اور بنیادی نہیں ہیں۔ ہماری ذلت ورسوائی کے حقیقی اسباب کچھ اور ہی ہیں جن کی جڑیں گہری ہیں۔ مسئلہ فلسطین سے پہلے وہ اسباب وجود میں آنا شروع ہوگئے تھے، اور انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا، فلسطین کا مسئلہ اس کا ایک نتیجہ ہے، جس کی بھی نگاہ ان اسباب پر ہے اس کے لیے یہ نتائج کچھ تعجب خیز نہیں بلکہ اندیشہ کے عین مطابق ہیں"۔ (المسلمون وقضیۃ فلسطین: صفحہ ۲۶)

پھر حضرت مولاناؒ نے فرمایا:

"ان میں پہلا سبب اپنے اصول وعقیدہ پر مرمٹنے اور جان کی بازی لگادینے والے جذبے کا فقدان تھا۔ دوسرے اس ذہنی ونفسیاتی کیفیت کا فقدان جس کو اقبال نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

تیسرا سبب یہ ہے کہ عرب حکومتوں اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے دل ودماغ پر فلسطین کا مسئلہ چھا جائے، اور اس کی صلاح الدین ایوبیؒ کی طرح وہ کیفیت ہوجائے جس کو ان کے سکریٹری ابن شداد نے اس طرح بیان کیا ہے کہ: "معلوم ہوتا تھا کہ ماں کی گود میں اس کے اکلوتے بچہ کو حلال کر کے کسی نے ڈال دیا ہو"۔ فلسطین کا مسئلہ جب کبھی حل ہوگا اس طرح حل ہوگا، کانفرنسوں، ریزولیشنوں اور خوشامدوں سے حل نہیں ہوگا"۔ (کاروان زندگی: ۱/۲۸۸-۲۸۹)

بنیادی طور پر تینوں اسباب کا ذکر کرنے کے بعد مولانا نے حقائق وواقعات کی روشنی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اخیر میں مولاناؒ نے ایمان کی چنگاری کو فروزاں کرنے اور اس کو شعلہ جوالہ میں تبدیل کرنے پر زور دیا ہے اور اقبالؔ کے ان اشعار پر اپنا خطبہ ختم فرمایا ہے:

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی
عروق مردۂ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا وفارابی
مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

اس سفر کے علاوہ بھی مولاناؒ نے کئی مواقع پر عربوں کو توجہ دلائی اور کئی مرتبہ اشارہ بھی دیا کہ اگر حالات نہ بدلے گئے تو خطرات کو ٹالنا آسان نہیں ہے۔ اور وہی ہوا جس کا اندیشہ مولاناؒ ظاہر کر رہے تھے۔

۹/جون ۱۹۶۷ء/ ۲۹/صفر ۱۳۸۷ھ کا دن مسلمانوں کے لیے ایک روز بد بن کر آیا، اس دن تمام مسلمانوں کو رسوائی سے دوچار ہونا پڑا اور ان کا سر شرم اور احساس ذلت کے بار سے جھک گیا۔ یہودی فوجیں عالم عربی کے انتہائی اہم مقامات پر قابض ہوگئیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ آٹھ سو سال بعد یہ پہلا نامبارک دن تھا جس میں مسلمان بیت المقدس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکے۔

حضرت مولاناؒ پر جو گزری اس کا اندازہ آسان نہیں، واقعہ کے بعد ہی حضرت مولاناؒ نے زخمی دل اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ جو مضمون قلم بند کیا اس میں پیمانہ چھلک چھلک گیا ہے۔ مضمون کے شروع ہی میں یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں:

"جمعہ اسلامی تقویم میں بہت مبارک دن ہے۔ لیکن یہ جمعہ (۲۹ صفر ۱۳۸۷ھ) ان کے لیے بدقسمتی کا پیغام لے کر آیا، ایسی بدقسمتی جس سے واسطہ مسلمانوں کو صدیوں سے نہیں پڑا تھا، آج ہر آنکھ اشکبار، اور ہر دل بے چین وبے قرار ہے، ہر مسلمان کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی ہے، اور ہر شخص اپنے کو تعزیت کا مستحق سمجھ رہا ہے"۔ (عالم عربی کا المیہ: ۲۶)

حضرت مولاناؒ ۱۹۵۰ء سے برابر صدا لگاتے رہے، خبردار کرتے رہے، اپنی دسیوں تقریروں میں انہوں نے یہ بات فرمائی کہ: "حالات موافق نہیں ہیں، حالات کو بدلنے کی ضرورت ہے، جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے ماتحت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد صفات پر آتی ہے، صرف بلند بانگ دعوؤں سے کچھ نہیں ہوتا، اس کے لیے حقیقی تیاری کی ضرورت ہے"۔

مثالیں دے کر مولاناؒ نے ایک جگہ یہ بات لکھی ہے کہ:

"پانچویں صدی ہجری میں بیت المقدس پر صلیبیوں کا تسلط اور اسکے بعد ساتویں صدی ہجری میں اسلام پر تاتاریوں کی یورش اور بغداد کی پامالی محض بے سر پیر کے واقعات نہیں تھے، جن کو صرف تقدیر کی گردش اور قسمت کی خرابی اور اتفاق زمانہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا جائے، یہ دونوں واقعات دراصل اس طویل سلسلۂ اسباب کا نتیجہ تھے جس میں اخلاقی امراض، حد سے بڑھی ہوئی بے اعتدالی اور کج روی، مجرمانہ افعال وحرکات، مسلسل مغالطے اور خود فریبیاں اور ایسے حالات کی موجودگی شامل ہے جس میں کسی زمانہ اور کسی جگہ بھی باقی رہنے کی صلاحیت نہیں اور سب سے بڑھ کر زندگی کا وہ طرز جو خدا اور رسول کو ناپسند ہے اور جو دین صحیح اور عقل سلیم کسی اعتبار سے بھی جائز نہیں"۔ (عالم عربی کا المیہ: ۱۲)

مولاناؒ شروع سے اس کی طرف عربوں کو توجہ دلاتے رہے، اس خلا کو پُر کرنے کی دعوت دیتے رہے، لیکن لذت پرستی اور عیش پسندی اور اس کے نتیجہ میں انتشار وتفرقہ کا جو گھن ان کو لگ چکا تھا اس

نے ان کے درخت اقبال کو چاٹ ڈالا اور آخرش وہی نتیجہ سامنے آیا جس کا اندیشہ تھا۔ اس واقعہ کے بعد مولاناؒ نے قلم برداشتہ پہلا جو مضمون لکھا اس میں صدمۂ دل کے اظہار کے بعد مولاناؒ نے حادثہ کا پورا تجزیہ فرمایا ہے اور اس کے اسباب بیان کیے ہیں۔ مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں:

"شکست کا پہلا سبب مغربی تہذیب اور دولت وثروت کا وہ سیلاب ہے جو ان ملکوں پر ایک طوفان کی طرح امنڈ آیا ہے، اس تہذیب اور اس دولت نے اس سپاہیانہ اور مجاہدانہ مزاج رکھنے والی امت پر جو اپنی فطرت اور اپنی تاریخ کے لحاظ سے جنگ آزما اور خطر پسند اور اپنے دعوت وپیغام کے لحاظ سے جفاکش اور سادگی پسند تھی، بہت گہرا اثر ڈالا، بلکہ اس کی دنیا ہی بدل کر رکھ دی، اس میں عیش پسندی، آرام طلبی اور تن آسانی پیدا ہوگئی، جاں بازی اور مہم جوئی، خطر پسندی اور حوصلہ مندی، خود اعتمادی وخود شناسی، مصائب ومشکلات پر صبر اور زندگی کے معرکے میں ثابت قدمی کے اوصاف داستان پارینہ بن گئے، اللہ کے احکام وفرائض کی قیمت لوگوں کی نگاہوں میں کم ہوگئی، منکرات ومعاصی اور احکام خداوندی کی برسر عام نافرمانی اور سرتابی کی عادت پڑ گئی، علماء نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا اور احتساب کا کام چھوڑ دیا، اور ظالم وجابر حکمرانوں اور مطلق العنان فرماں رواؤں کے سامنے حق بات کہنے کا رواج جاتا رہا، بے حیائی، فسق وفجور اور الحاد وزندقہ پھیلانے والے رسالے اور اخبارات گھر گھر پھیل گئے اور بے حیائی کی اشاعت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ لذت پرستی، عیش پسندی، زندگی سے لطف اندوزی، نگاہ کی تفریح اور دل کی معصیت کی ایک طوفانی موج اٹھی اور اخلاق، ضمیر، اصول وتعلیمات اور حرام حلال کے امتیاز کی ساری متاع اپنے ساتھ بہا کر لے گئی"۔

"دوسرا سبب "قومیت عربیہ" کا ظہور اور عروج ہے، جس نے پہلی جنگ عظیم کے بعد عربوں کی زندگی اور ان کے جذبات واحساسات پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے، یہ عصبیت، اسلامی عصبیت کے نقصان کے ساتھ پروان چڑھتی رہی، یہاں تک کہ اس نے عقیدہ اور مذہب کی شکل اختیار کرلی، اور قوم پرست اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان رہنے لگے اور اس کی اشاعت اور ترقی میں اتنی گرم جوشی اور ولولہ کیساتھ حصہ لینے لگے جس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں حصہ لیتے ہیں، اور اس کے لیے کھل کر تعصب برتتے ہیں، شعر وادب، آرائش وتزئین کے لیے وقف ہوگئے اور اس کے نتیجہ میں نعمت اسلام کی ناقدری اور نبوت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حق تلفی وناشکری اور احسان ناشناسی کا رجحان پیدا ہوگیا، جس کے دم سے اور جس کے طفیل میں یہ عالم عربی وجود میں آیا، اور بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں، اہل فکر ونظر اور عربوں کے متعدد اہم رہنماؤں اور لیڈروں کے منہ سے ایسے الفاظ اور ان کے قلم سے ایسی تحریریں نکلیں جس کے بعد مرتد ہوجانے میں کوئی کمی باقی نہیں رہتی اور وہ شرعاً اس کا مستحق نہیں رہتا کہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ دی جائے"۔

"تیسرا سبب تقریباً ہر عرب ملک میں فوجی حکومت کا قیام، انقلابات اور بغاوتوں اور سازشوں کا وہ سلسلہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا، ان منحوس، مسلسل اور پے بہ پے انقلابات نے ان ملکوں کو اپنے بہترین فوجی قائد اور سیاسی لیڈروں سے (جو اپنی تجربہ کاری میں فائق اور سیاست وجنگ دونوں کے سرد گرم جھیلے ہوئے اور دونوں کے نشیب وفراز سے اچھی طرح آشنا تھے) محروم کر دیا، اور ان جنگ آزمودہ اور تجربہ کار فوجی وسیاسی شخصیتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان انقلابات اور سازشوں اور مطلق العنان وجابرانہ حکومتوں کی نذر ہوگئی، ان میں بہت سے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، جو باقی بچے وہ جلاوطن کیے گئے، یا اپنی جان، ایمان اور عزت وآبرو لے کر خود اس ملک سے نکل گئے، اور اس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ گئے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج یہ ممالک سخت قسم کے قحط الرجال کا شکار ہیں، اور ان کے یہاں ممتاز وفائق قائدین کا ایک مستقل مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، اب وہاں صرف ایک سرکاری پارٹی اور ایک ٹولی کی حکومت ہے، اور صرف ایک نقطۂ نظر کو پھلنے پھولنے کی اجازت ہے، ان مطلق العنان اور آمرانہ حکومتوں نے (جو انتہا پسندانہ اشتراکی حکومتوں کی شاگرد اور مقلد ہیں) سب سے بڑا کام اپنے پیش نظر یہ رکھا کہ ملک میں ہر اٹھتی ہوئی آواز، ہر دھڑکتے ہوئے دل اور ہر چلتی ہوئی نبض کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جائے، اور وہ کانٹا ہی نکال دیا جائے جو پہلو میں چبھ سکتا ہو"۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۳۲-۳۹، باختصار)

آگے حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں کہ: "یہ حکومتیں صرف بلند بانگ دعوؤں میں لگی رہیں، اور یہ نعرہ لگایا جاتا رہا کہ ہم اسرائیل کو، استعمار کو اور رجعیت پسندوں کو نیست ونابود کر کے دم لیں گے، لیکن جب عمل کا وقت آیا تو تین دن یہ ثابت قدم نہ رہ سکے"۔

مولاناؒ نے اس کے تین بنیادی اسباب بیان فرمائے ہیں، جن کا ذکر اوپر ہو چکا، اس کو اور واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اسرائیل اپنی قوم، اپنی ریاست اور اپنی جدوجہد کو انبیاء کرام کی طرف

منسوب کررہے تھے، اس کے بالمقابل مصر کے بہت سے لوگ اپنے کو فرعون کی طرف منسوب کررہے تھے، اسرائیلی اپنی اس لڑائی کو "جہاد مقدس" اور خالص دینی جنگ کہتے اور سمجھتے تھے، لیکن عرب اس وقت بھی عبادت ودعا اور انابت وتوجہ الی اللہ سے غافل اور قومی غرور وتکبر میں گرفتار تھے، اور بس قومی نعرے لگا رہے تھے، لوگوں نے ٹیلی ویژن پر یہ دونوں تصویریں اور دونوں مناظر دیکھے۔ ۳ رجون سنیچر کے دن (جو مسلمانوں کے جمعہ کی طرح ان کا مذہبی مقدس دن ہے) سب اسرائیلیوں نے اس مقصد کی خاطر روزہ رکھا اور "توریت" اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنی فتح ونصرت اور کامیابی کی دعائیں کیں۔

پھر اس کے بعد بالآخر وہ المیہ پیش آگیا جو مسلمانوں کی کمر توڑ دینے کے لیے کافی تھا، کوئی اندازہ نہیں کرسکتا کہ باہر کے مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر اس حادثہ سے کیسی بجلی گری! ان میں بہت سے لوگ بھی جو ایمان وعقیدہ کے ساتھ عربوں سے نسلی تعلق بھی رکھتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ عربوں کی ذلت مسلمانوں کی ذلت اور عربوں کی عزت مسلمانوں کی عزت ہے، ان میں بہت سے یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ آخر یہ سب کیسے ہوگیا؟"۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۴۳-۴۴)

اس کے بعد حضرت مولاناؒ بڑے خوبصورت انداز میں گریز فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ جزا وسزا کا قانون عام بلا کسی تخصیص کے سب پر نافذ ہے، اس میں کسی کی بے جا رعایت یا جانب داری کا کوئی سوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جس کو آج کل حکومتوں اور اداروں میں خویش نوازی اور اقرباء پروری کہا جاتا ہے، اس نے بہت سختی کے ساتھ یہ وعید سنائی ہے:

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ، مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾۔ (نساء: ۱۲۳)

نہ تمہاری تمناؤں پر فیصلہ ہوگا اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر (اللہ کا قانون یہ ہے کہ) جو برائی کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے آگے کوئی اس کا حمایتی اور مددگار نہ ہوگا"۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۴۵)

مایوسی کے اندھیروں میں مولانا نے امید کے چراغ روشن کیے ہیں، اور شکست خوردہ اعصاب کے لیے ایمانی طاقت کا سامان فراہم کیا ہے، اسی مضمون میں آگے فرماتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ یہ حادثہ انتہائی جاں گداز اور روح فرسا ہے، اور اس نے عالم اسلام کے دل ودماغ کو بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، لیکن اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ یہ امت ہمیشہ ان مصائب اور حوادث سے دوچار ہوئی ہے، وہ حادثات ایسے تھے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوم ان کی تاب نہ لاکر فنا ہوسکتی تھی لیکن امت اسلامیہ تباہی کے اس ملبہ اور گرد وغبار کے اس طوفان سے دوبارہ تازہ دم ہوکر نکل آئی، اور جس غبار اور مٹی کو دشمنان اسلام نے ان کا مدفن سمجھ لیا تھا اس مٹی سے ایک ایسی نئی اور طاقتور قوم اٹھ کر دنیا کے سامنے آئی جس کی رگ رگ میں بجلیاں کوند رہی تھیں، اس نے نئے ایمان ویقین، نئے اعتماد، نئے خون اور نئے جذبے اور قوت عمل کے ساتھ روئے زمین پر اپنا سفر پھر شروع کیا"۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۴۸-۵۰ ملخصا)

یہ حادثہ ایسا سخت تھا کہ عام مایوسی کی فضا پیدا ہونے لگی تھی، اور مسلمان اپنی صلاحیت سے مایوس ہونے لگے تھے، حضرت مولاناؒ نے ایسے حالات میں امید کی شمع روشن کی اور اعتماد ویقین کی جوت جگائی، اور تاریخ کے حوالوں سے ثابت کیا کہ مسلمانوں کی کشتی بار بار گرداب میں پھنسی اور دشمنوں کو یقین ہونے لگا تھا کہ کشتی اب ڈوبی تب ڈوبی لیکن جب ایمان کی طاقت پیدا ہوئی تو سخت سے سخت حالات میں کشتی پار لگ گئی۔

حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں:

"تاریخ آج بھی اس واقعہ کو دوہرانے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کی سچی طلب موجود ہو، اور مسلمان "صراط مستقیم" سے منحرف ہوکر کسی غلط راستہ پر نہ پڑ گئے ہوں۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۵۰)

مولاناؒ نے دکھایا ہے کہ اب تک ہم نے جو راستہ اختیار کیا اس سے سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں مل سکتا، پھر مولاناؒ نے ازسرنو سفر شروع کرنے کی دعوت دی ہے، اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:

"ہم کو بہادری کے ساتھ یہ بات قبول کرلینی چاہئے کہ "عربی قومیت" کی دعوت تحریک کھلے طور پر ناکام اور سرعام سوا ہوچکی"۔ (عالم عربی کا المیہ، ص: ۵۳)

"ہمیں جرأت کے ساتھ اعتراف کرنا ہوگا کہ عربوں کو اپنے قدیم وابدی دین (اسلام) پر نئے سرے سے ایمان لانے کی ضرورت ہے، ان کو اپنے نشاط زندگی کے سرچشمۂ عزت وسربلندی کے راز اور اپنی فتح وظفرمندی کی کلید یعنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القرشی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات گرامی سے اس عشق وشیفتگی کی ضرورت ہے جو ان کے قلب وجگر میں اتر جائے اور ریشہ ریشہ میں سما جائے، اس لیے کہ عربوں، ترکوں اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی حیات اور عزت وآبرو آپ ﷺ کی ابدی دعوت، لازوال امامت وقیادت اور آپ ﷺ کے طریق سنت کے ساتھ مربوط ووابستہ ہے۔.....

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: عقیقہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: عقیقہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ جانور ذبح کرنے بعد بال منڈوائے جائیں اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردیا جائے۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچہ عقیقہ کے بغیر (اولیاء) پر گروی ہوتا ہے اسلئے اسکی جانب سے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے (ترمذی: ۱/۱۸۳) اگر ساتویں دن عقیقہ نہ ہوسکے تو چودھویں روز اور اس دن بھی نہ ہوسکے تو اکیسوں روز کیا جائے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ عقیقہ کے جانور کو ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز (بیہقی، حدیث: ۱۹۲۹۳) اگر اسکی بھی رعایت نہ ہو سکے تو کسی بھی دن عقیقہ کرسکتے ہیں۔ پیدائش کے دن یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کی کوئی قید نہیں۔ (درالمختار: ۵/۲۱۳)

سوال: عقیقہ کی ذمہ داری کس پر ہے؟ کچھ لوگ نانا کی ذمہ داری سمجھتے ہیں اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب: بچہ کی تعلیم وتربیت اور کفالت کی ذمہ داری باپ پر ہوتی ہے قرآن مجید میں بچہ کی نسبت باپ کی طرف کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ﴾ (سورہ بقرہ/ ۲۳۳) اس فرمان میں باپ ہی پر تمام اخراجات کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ لہٰذا عقیقہ کرنا بھی باپ کے ذمہ ہے، نہ کہ نانا کے ذمہ، ہاں اگر نانا اپنی طرف سے خوشدلی کے ساتھ عقیقہ کردیں تو عقیقہ ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کا عقیقہ خود ہی کیا تھا، لہٰذا نانا بھی کرسکتے ہیں لیکن ان کے ذمہ نہیں ہے۔ (ترمذی: ۱/۱۸۳)

سوال: کیا عقیقہ کا گوشت بچہ کے والدین کھا سکتے ہیں؟ عام طور پر عوام میں یہ مشہور ہے کہ والدین عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے واقف کرائیں۔

جواب: عقیقہ کا گوشت والدین کھا سکتے ہیں، کیونکہ قربانی کے گوشت کی طرح اس کا حکم صدقہ نافلہ کا ہے نہ کہ صدقہ واجبہ کا، قربانی کرنے والا جس طرح قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے اسی طرح عقیقہ کرنے والا بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے، "شرح المهذب للنووی" میں ہے کہ عقیقہ کا گوشت جس طرح دوسروں کے لئے مسنون ہے اسی طرح اولیاء کے لئے بھی کھانا مسنون ہے۔ (شرح المهذب: ۸/۴۴۸)

سوال: عقیقہ میں لڑکوں کے لئے دو بکرے یا دو حصے ہیں اور لڑکیوں کے لئے ایک بکرا یا ایک حصہ ہے، یہ فرق کیوں ہے؟ شرع اسلامی کی روشنی میں بتائیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کے عقیقہ میں یہ فرق لازمی اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ بہتر اور اولیٰ درجہ ہے ورنہ دونوں کے لئے ایک ایک بکرا کر دینا کافی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک ہی بکری ذبح کی تھی جیسا کہ امام بیہقی نے روایت نقل کی ہے۔ (بیہقی، حدیث: ۱۹۲۸۳) البتہ بہتر طریقہ لڑکوں کے لئے دو اور لڑکیوں کے لئے ایک بکرا ہے۔ اس کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ شریعت نے لڑکوں پر مالی ذمہ داری بھی رکھی ہے جیسے بیوی اور اولاد نیز والدین کا نفقہ اور لڑکیوں پر یہ ذمہ داری نہیں ہے، اسی وجہ سے وراثت میں بھی لڑکوں کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے قرآن مجید نے مردوں کی عورتوں پر جو برتری بیان کی ہے اس میں اسی نفقہ کو وجہ فضیلت بتایا ہے: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (نساء/ ۳۴)۔ لہٰذا مردوں کی اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ پیدائش کے وقت اس کا شکرانہ بھی دوگنا ادا کیا جائے اسلئے عقیقہ میں لڑکوں کی طرف سے دو بکرے ذبح کئے جاتے ہیں۔

سوال: کیا عقیقہ کا گوشت ولیمہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر شادی کے موقع سے کسی بچہ کا عقیقہ کردیا جائے اور وہی گوشت ولیمہ کے کھانے میں شامل کردیا جائے تو اس سے ولیمہ ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ اس طرح عقیقہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: عقیقہ کا گوشت صدقہ واجبہ میں نہیں ہے اسلئے اسکو کوئی بھی کھا سکتا ہے اگر ولیمہ کے کھانے میں عقیقہ کا گوشت شامل کردیا جائے تو یہ درست ہے اس سے دونوں ادا ہوجائیں گے عقیقہ بھی اور ولیمہ بھی۔ یاد رہے کہ ولیمہ کے لئے جانور ذبح کرنا ضروری نہیں بیہقی کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے چند کھجور، کچھ جو، اور ستو پر بھی ولیمہ فرمایا ہے (سنن بیہقی، حدیث: ۱۳۵۰۶)

سوال: عقیقہ کب تک کیا جاسکتا ہے؟ اگر کسی کا عقیقہ بچپن میں نہیں ہوا تو بڑی عمر میں کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: عقیقہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ساتویں دن کیا جائے اگر ساتویں دن نہ ہوسکا تو امام مالکؒ کے نزدیک اب عقیقہ کی گنجائش نہیں، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بالغ ہونے سے پہلے تک کیا جاسکتا ہے۔ (شرح المهذب: ۸/۳۳۰، المغنی: ۸/۶۴۶) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی مستحب طریقہ ساتویں دن ہی ہے۔ البتہ بالغ ہونے کے بعد کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی ہے تاہم اگر کوئی بڑی عمر میں عقیقہ کرے تو سنت تو ادا نہ ہوگی لیکن چونکہ یہ دم شکر ہے اسلئے عقیقہ کرنا مباح اور باعث ثواب ہوگا۔

سوال: اگر بڑے ہونے کے بعد کسی بچہ کا عقیقہ کیا جائے تو کیا بال منڈوانا ضروری ہے؟

جواب: پیدائش کے وقت جو بال ہوں اگر ساتویں دن عقیقہ ہو تو اس بال کو منڈوانا اور اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنا مستحب ہے بڑے ہونے کے بعد اگر عقیقہ ہو تو بال منڈوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۹/۵۱۵)

☆☆☆☆☆

حقوق وفرائض

علماء کے حقوق وفرائض

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ، اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ﴾۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سے، اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور بڑا بخشنے والا ہے۔

زمین، آسمان اور ساری چیزوں کے خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے زبان وبیان کی صلاحیت وقوت بھی دی ہے اور علم ومعرفت کی دولت بھی بخشی ہے، علم کی اشاعت، ترقی اور بقاء وتحفظ کے لئے قلم جیسا بیش بہا ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حالات اور ضروریات کے لحاظ سے اپنے منشا کے مطابق اشیاء کی معرفت بھی دی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو لوگوں کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو خود اللہ تعالیٰ (اپنا علم دینا) چاہے" (بقرہ/۲۵۵)

یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے انسانی سوسائٹی میں علم اور صاحب علم کو، جہالت اور نادانوں کے مقابلہ میں، بڑی عزت وتکریم حاصل رہی ہے اور علم کے علمبردار دین "اسلام" نے نہایت بلیغ انداز میں اعلان کیا ہے کہ "کیا صاحب علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں! (زمر/۹) لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں "علماء" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں اور دنیا کی مخلوقات میں تصرفاتِ الٰہی پر اور احسانات ربانی پر پوری نظر رکھتے ہیں مزید یہ کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت بھی موجود ہو چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ "بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت باتیں کر لینا کوئی علم نہیں ہے بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف ہو"۔ نیز حضرت امام حسن بصریؒ نے اس آیت کریمہ (سورہ فاطر/۲۸) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور جس چیز کی، اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے، وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے، اس کو اس سے نفرت ہو"۔ نیز خوف الٰہی علماء کرام کا باطنی وصف ہے اور اس سورہ کی آیت/۲۹ میں علماءِ حق کی ظاہری صفات (تلاوت قرآن، نماز کی پابندی اور انفاق فی سبیل اللہ) بیان ہوئی ہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن اصحابِ علم ومعرفت (علماءِ حق) کا مقام ومرتبہ بہت ہی زیادہ ہے، اور ان کے لئے بلند درجات مقرر ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا"۔ (مجادلہ/۱۱) اسی طرح احادیث مبارکہ میں "علماءِ حق" کی بہت سی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں، ایک لمبی حدیث شریف میں ہے کہ "آسمانوں کے فرشتے اور زمین کی مخلوقات اور پانی میں مچھلیاں سب عالم کے لئے مغفرت (بلندیٔ درجات) کی دعا کرتے ہیں اور عالم کی فضیلت، عبادت کرنے والے پر بالکل اسی طرح ہے، جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام تاروں پر ہے اور "علماء" حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، حضرات انبیاءؑ دینار ودرہم کا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں لہذا جس نے علم دین حاصل کیا، اس نے میراث انبیاء کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا" (ابوداؤد) ایک حدیث میں ہے کہ حضرات علماء کرام اللہ تعالیٰ کی توجہات اور عنایات کے مستحق ہوتے ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی فہم وبصیرت (سمجھ بوجھ) عطا فرماتے ہیں، اور صحیح بات اس کے دل میں ڈالتے ہیں۔" (بخاری ومجمع الزوائد) حضرات علماء کرام رحمتِ الٰہی سے قریب ہوتے ہیں حدیث میں ہے کہ "یہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں رحمتِ الٰہی سے دور (ملعون) ہیں البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نیک اعمال اور عالم وطالب علم یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہیں ہیں" (ترمذی) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حاملین قرآن (علماء وفقہاء اور حفاظ وقراء وغیرہ) دنیا وآخرت کے فتنوں سے مامون اور محفوظ رہیں گے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "یہ قرآن مجید دستر خوانِ الٰہی ہے، جو اس میں داخل ہوگا تو وہ (دنیا وآخرت کے تمام فتنوں سے) مامون ہوگا" (مصنف ابن شیبہ) حضرات علماء کرام اللہ تعالیٰ کے مقرب اور خاص بندے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے، لوگوں میں کچھ خاص مقرب بندے ہیں، حضرات صحابہء کرام نے

دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قرآن والے (اہتمام وپابندی سے تلاوت کرنے والے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرنے والے اور قرآن پر عمل کرنے والے) ہیں، یہی اللہ والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں" (ابن ماجہ، نسائی) اسی بناء پر حضرات علماء کرام ملت اسلامیہ میں ہمیشہ عزت واحترام کے اس مقام بلند پر فائز رہے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ "حسد دو شخصوں کے علاوہ کسی پر جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت دیا ہو اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کے رضا والے کاموں میں خرچ کرتا ہو، دوسرے وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت عطا فرمایا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہو" (بخاری) اسی طرح حضرات علماء کرام دنیا کی طرح آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم اور رحمت ومغفرت کے حقدار ہوں گے، ایک حدیث میں ہے کہ "قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کے لئے اپنی (شان کے مطابق) کرسی پر تشریف فرما ہوں گے تو علماء سے فرمائیں گے: "میں نے اپنے علم وحلم سے تمہیں اسلئے نوازا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ تمہاری کوتاہیوں کے باوجود، تم سے درگزر کروں اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں" (طبرانی وترغیب)

حضرات علماء حق کی فضیلتوں ہی کی طرح احادیث کی روشنی میں ان کے بہت سے حقوق ہیں، ان میں سب سے پہلا مہتم بالشان حق یہ ہے کہ ان علماء کا شایان شان احترام واکرام کیا جائے کیوں کہ یہ علماء حق حضرات انبیاء کرام کے وارث ہیں، علوم نبوت کے ترجمان، نقیب اور شارح ہیں اور امتِ اسلامیہ میں سب سے معزز اور محترم ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ "میری امت کے معزز اور مشرف لوگ وہ ہیں جو حاملینِ قرآن (علماء، فقہاء، اور حفاظ) ہیں" (بیہقی) اس بناء پر حضرات علماء کرام کی عزت وتکریم پوری طرح کرنی چاہیئے، ان کے کسی ناقابل فہم عمل وبات پر زبان درازی نہ کی جائے اور ہر حال میں ان پر نقد واعتراض سے مکمل دور رہا جائے اور حضرات علماء کے استخفاف اور تحقیر سے ہمیشہ بچا جائے اور موجودہ معاشرہ میں علماء سے بیزاری کی جو وبا مختلف اسباب وعوامل کی بناء پر عام ہو رہی ہے، اس سے دور رہا جائے کیوں کہ اکابرین امت بالخصوص امیر وامام، حافظ وقاری اور وعالم وفقیہ پر نقد واعتراض کرنا بہت ہی نقصان دہ، ان کی سفارش ودعا سے محرومی اور بہت ہی نفرت والا منافقانہ عمل ہے کیوں کہ حدیث میں اکابرین امت کی تعظیم کرنے کا صریح حکم وارد ہوا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بوڑھے مسلمان، حامل قرآن اور عادل ومنصف امام کا احترام واکرام کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال شان میں سے ہے" (ابوداؤد) ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا "حاملین قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا، اس نے میرا اکرام کیا" (کنز العمال) ایک حدیث میں ان اکابرین ملت کی بے عزتی پر لعنت کی گئی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس نے ان کی بے عزتی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔ اسی طرح ایک حدیث میں علماء حق سے بغض ونفرت رکھنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم یا تو عالم بنو یا طالب علم یا علم توجہ سے سننے والے بنو یا علم اور علم والوں سے محبت کرنے والے بنو پانچویں قسم کے نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے پانچویں قسم یہ ہے کہ تم علم اور علم والوں سے بغض رکھو"۔ (طبرانی)

حضرات علماء کرام کا دوسرا قابل ذکر حق یہ ہے کہ دین اور دنیا کے معاملات میں ان کی پوری اقتدا وپیروی کی جائے کیوں کہ حضرات علماء کرام لوگوں کی رہنمائی کے لئے ستاروں کی طرح ہیں ایک حدیث میں ہے کہ "علماء کی مثال ان ستاروں کی طرح ہے، جن سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے، جب ستارے بے نور ہو جاتے ہیں تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ راستہ چلنے والے راستہ بھٹک جائیں" (احمد) دین اور دنیا کے سلسلہ میں ان کی بات مانی جائے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، امام حسن بصریؒ اور دیگر مفسرین کرام کے قول کے مطابق "اولی الامر" (سورہ نساء) کے مصداق علماء وفقہاء ہیں اور ان کی اطاعت ضروری ہے جب تک کہ وہ اللہ اور رسول کے حکموں کے مطابق کاربند ہوں یہی وجہ کہ فتنوں کے دور میں سواد اعظم (جس طرف علماء حقانی زیادہ ہوں اس جماعت) کی پیروی کا حکم حدیث میں آیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سواد اعظم کی اتباع واقتدا کرو (اور جماعت سے علاحدہ نہ ہو) جو شخص جماعت سے علاحدہ ہو گیا، وہ دوزخ میں الگ جا پڑا" (ابن ماجہ) ان دو حقوق کے علاوہ اور بھی ان کے حقوق ہیں جن میں صحبت وتعلق اور تعاون وہمدردی سرفہرست ہیں۔

حضرات علماء کرام کے ان حقوق کے ساتھ ساتھ ان کے چند فرائض وواجبات بھی ہیں، ان کی بڑی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے، درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ ان کی اہم ترین ذمہ داریاں ہیں، درس وتدریس کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے بہت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ "قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرض احکام سیکھو اور

لوگوں کو سکھاؤ، کیوں کہ میں دنیا سے اٹھالیا جاؤں گا" (بیہقی مختصراً) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اس شخص کی مثال جو علم سیکھتا ہے، پھر لوگوں کو نہیں سکھاتا یا نہیں بتاتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ جمع کرتا ہے لیکن اس میں سے خرچ نہیں کرتا ہے" (ترغیب) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: "جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ (جاننے کے باوجود) اس علم کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالیں گے"۔ (ابوداؤد)

اس طرح دعوت وتبلیغ علماء کرام کی بہت بھاری ذمہ داری ہے، کتاب وسنت میں اسکی بڑی تاکید آئی ہے سورہ آل عمران کی آیت (۱۰۴) کے مطابق دعوت الی اللہ امت مسلمہ (خاص طور سے حضرات علماء کرام) پر فرض ہے اور سورہ نحل کی آیات (۱۲۵-۱۲۸) میں بھی دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب بہت جامع انداز میں بیان ہوئے ہیں اور سورہ توبہ/۱۲۲ میں بھی دعوت وتبلیغ کے مؤثر ترین اسلوب "انذار وتبشیر" اختیار کرنے کا حکم حضرات علماء کرام کو واضح انداز میں دیا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی دعوت وتبلیغ کی بڑی تاکید اور ترغیب بیان ہوئی ہے، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں بہت ہی مؤثر انداز میں فرمایا کہ "جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں" (بخاری) ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے پوری امت کو عمومی حکم دیا کہ "تم سب میری طرف سے (دوسروں تک) پہنچادو اگر چہ ایک آیت ہی سہی" نیز آپ ﷺ ایک حدیث میں بہت ہی مؤثر انداز مین دعوت کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اس نے اس حدیث کو محفوظ رکھا اور (دوسروں تک) اس حدیث کو پہنچادیا"۔ (ابوداؤد)

جو شخص ہدایت اور خیر کے کاموں کی دعوت دے اس کو ان تمام لوگوں کے عمل کے برابر اجر ملتا رہے گا جو اس ہدایت وخیر کی پیروی کرتے رہیں گے اور پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی" (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم تمام مومنین کو علماء کرام سے محبت کرنے والا بنادے اور حضرات علماء کرام کو اپنی تمام ذمہ داریاں اچھی طرح انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۰ کا بقیہ).....ہمیں اس حقیقت کو بھی مان لینا چاہیے کہ مسلمانوں اور عربوں کو وہ غیر ملکی طاقتیں اور سیاسی مصلحتیں جو ہوا کے ساتھ چلتی ہیں، اور اپنی اغراض وفوائد کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتیں، اس لیے ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور مانگے کی طاقت کے بجائے ایمان ویقین، اپنے اخلاق وکردار، اپنی خصوصیات وصفات اور قوت وزور بازو سے کام لینا چاہئے۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم سب شخصی اور جماعتی طور پر پوری خود شکنی اور انابت کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اجتماعی طور پر اس کے سامنے سچی توبہ کریں اور ہر خارجی قوت اور بیرونی مدد اور ظاہری سیاروں سے اپنی برأت کا اظہار کریں اور اس پر پورا ایمان لائیں کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ (لَامَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ)۔ (عالم عربی کا الیہ، ص:۵۴)

"ہم کو اب اللہ کے ساتھ اور اس کے بندوں کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرنا چاہئے اور جو قوتیں اور وسائل اللہ نے ہم کو دیئے ہیں اس کا صحیح اور جائز استعمال کرنا چاہئے، ہمیں چاہئے کہ اللہ سے جنگ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی سے باز آجائیں اور اس کی شریعت وقانون کی مخالفت ترک کردیں، اور اسلام میں اپنے پورے وجود اور پوری شخصیت کے ساتھ داخل ہوں"۔ (عالم عربی کا الیہ، ص:۵۶)

اخیر میں عزم وحوصلہ کے ساتھ سفر شروع کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس گرد وغبار کو چھوڑ کر نئے سرے سے اپنے سفر کا آغاز کرنا چاہئے اور اپنے اصل مقام اور ان صفات وخصوصیات کی طرف پھر واپس لوٹنا چاہئے جس پر ہماری آئندہ کامیابی کا مدار اور نصرت الٰہی کا مدار ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ،إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ،وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾.(آل عمران:۱۳۹،۱۴۰)

(اور ہمت نہ ہارو اور رنج نہ کرو، انجام کار تم ہی سربلند ہوگے اگر سچے مومن ہو۔ اگر اس جنگ میں تم پر چوٹ پڑی ہے تو دشمن قوم پر بھی ایسی چوٹ پڑ چکی ہے، اور ہم زمانہ کی تاریخ کو اسی طرح ادلتے بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی کسی کو فتح، کسی کو شکست (اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں)" (عالم عربی کا الیہ، ص:۵۸)

☆☆☆☆☆

تعارف وتبصرہ

رسید کتب

.....م.ح.ح.

☆آیات الاحیاء، شرح الصدر السکینہ

مرتب: فؤاد بن محمد عبدالعزیز الماجد

ناشر: دارالجوزی، الدمام، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ صفحات:۷۲

فضیلۃ الشیخ الدکتور فؤاد الماجد نے آج کے اس دور میں جب سے لوگ طرح طرح کے لاعلاج امراض، دماغی امراض، الجھنوں اور بے چینیوں میں مبتلا ہیں، لوگوں کو قرآن مجید کی ایسی آیات کا انتخاب کر کے ایک بہترین تحفہ پیش کیا ہے، جن میں ان تمام پریشانیوں کا قرآنی علاج ہے۔ لاعلاج امراض جیسے ایڈز، کینسر وغیرہ اس کے لئے ان آیات کا انتخاب ہے جس میں حیاۃ یا اس مادہ کے اسم وفعل کے صیغے ہیں اور یہ ۴۱ آیتیں ہیں۔ ان کی قرأت ۳-۵ یا سات بار کرنے کے ساتھ آیات شفاء اور آیات الرقی کی قرأت بھی ہے۔ شرح صدر کی آیات ان لوگوں کے لئے ہیں جن کا دل پریشان رہتا ہے اور وہ اختلاج میں رہتے ہیں۔ ایسے مریض کے لئے ہے کہ وہ آیات کو پڑھتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ لے، اس میں سورہ "الم نشرح" پوری پڑھی جائے گی، اس طرح سے (۱۱) آیات ہوجائیں گی۔ آیات سکینت یعنی وہ آیات جن میں سکینہ کا لفظ آیا ہے، یہ چھ آیات ہیں۔ غصہ کی زیادتی، دماغی الجھن، خوف ودہشت کے لئے بہت مفید ہیں، سخت معاملات اور کرب ومصیبت کے وقت پڑھی جائیں گی۔ ۳-۵-یا ۷/بار پڑھی جائیں گی۔ اس طرح یہ رسالہ "رسالۂ شفاء" کے طور پر منظر عام پر ہے، امید ہے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

☆☆☆

☆یوگا شریعت اسلامی کی روشنی میں

مصنف: ابوالعزم

ناشر: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی ۲۰۳۵ گلی قاسم جان بلیماران دہلی، ۶۔

صفحات: ۱۰۴، قیمت: پچاس روپے۔

یوگا ورزش کے ایک خاص طریقہ پر دنیا میں عام کیا جارہا ہے، لیکن در پردہ مشرکانہ سانچہ میں ڈھالنے کا یہ ایک انتظام ہے، ہندو پیتھالوجی اس میں اس حد تک داخل ہے کہ عالمی مذاہب عیسائیت یہودیت کے رہنماؤں نے یہ واضح کیا ہے کہ یوگا ہندو مذہبی تعلیمات کا حصہ ہے۔ اور اپنے پیروکاروں کو یوگا سے منع کیا ہے، لیکن بعض مسلمانوں کی طرف سے اس سلسلہ میں بے فکری اور بلاد عربیہ میں اس کے پھیلاؤ سے باحمیت مسلمانوں کو جو تشویش ہے، وہ بالکل درست ہے۔ مصنف نے تمام پہلوؤں کا منصفانہ اور مدلل جائزہ لیا ہے، اور اس کو تشبہ بالکفار قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ: "کفر کی کوکھ سے جنم لینے والا یوگا مسلم یوگیوں کو رشد وہدایت، نیکی وتقوی اور صراط مستقیم کی پر نور شاہراہ پر زیادہ عرصہ تک گامزن رہنے نہیں دے گا۔ زندگی میں محبت کے بڑے اثرات اعمال پر ہوتے ہیں جو جس کی صحبت معیت میں رہے گا، اس کا معاملہ اور انجام اسی کی طرح ہوگا"۔

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی جس تشویش کا اظہار کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ: "یہ دھیان گیان کی باتیں جن کو سائنٹیفک رنگ میں پیش کیا جارہا ہے، اس کے پس پردہ ایسے ذہن کام کررہے ہیں جن کو ہم ارتداد کے علاوہ کوئی اور عنوان نہیں دے سکتے"۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اس کو ذہنی اور تہذیبی ارتداد سے تعبیر کیا ہے۔

مصنف کی یہ بات بڑی لائق توجہ اور قابل تشویش ہے کہ "یوگا کے سلسلہ میں ہندو مذہبی کتابوں میں مستند مواد میں نصوص صریحہ Neer text موجود ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یوگا کی بنیاد خالص کفر وشرک پر ہے بھگوت گیتا میں یوگا کا سند موجود ہے، اور یوگا میں پڑھے جانے والے سنسکرت کے اشلوک اس بات کی دلیل کے لئے کافی ہیں۔ خالق کائنات کا انکار خود ہی زندگی، عبادت وجود، کون ومکان کا انکار، انسانی خداؤں کا اقرار، یہ سب یوگا میں شامل ہے، یوگا کے متعلق ارجن دسری کرشنا نے جو اظہار خیال کیا ہے وہ اس طرح ہے، روحانی ارتقاء اور خواہشات ورگیا Vargiya سے چھٹکارہ اور آزادی کے لئے یوگا ضروری ہے" (ملاحظہ ہو (LightofYoga) مزید تفصیلات اور حقائق جاننے کے لئے کتاب کا مطالعہ ضروری ہے چونکہ یہ وبا بلاد عربیہ میں بادسموم کی طرح پھیل رہی ہے اس لیے اس کی تعریب کی بھی ضرورت تھی جسے برادر عزیز مولوی اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء انجام دے رہے ہیں، یہ ایک بڑے سنگین ارتداد کے مقابلہ کی کوشش ہے، اللہ رب العزت مددگار ہے۔

☆☆☆☆☆

خبر ونظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

برطانیہ میں قبول اسلام میں اضافہ

بین المذاہب کے موضوع پر کام کرنے والے ایک تھنک ٹینک کیتھ میٹرس نے اپنے ایک تفصیلی جائزہ میں کہا ہے کہ برطانیہ میں گزشتہ دہائی کے دوران مذہب تبدیلی کرکے اسلام قبول کرنے والے برطانویوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے، کیتھ میٹرس کا کہنا ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ سکتی ہے جبکہ پانچ ہزار سالانہ لوگ اسلام قبول کررہے ہیں، اس سے قبل سالانہ شرح چودہ سے پچیس ہزار کے درمیان تھی۔ قبول اسلام کی شرح میں اضافہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ میں نائن الیون اور لندن میں ۷؍جولائی کے حملوں کے ڈرامے کا تبدیلی مذہب پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا ہے، برطانیہ کے اہم اخبار "دی انڈی پنڈنٹ" کے مطابق اس جائزہ میں ۲۰۰۱ء کی اسکاٹش مردم شماری کے اعداد وشمار کا اعتبار کیا گیا ہے، جائزہ میں شامل لوگوں سے پیدائش کے وقت مذہب اور اب ان کے مذہب کے بارے میں سوالات کئے گئے، اس کے علاوہ مساجد میں اسلام قبول کرنے والوں کا ریکارڈ بھی جمع کیا گیا۔

امدادی قافلے کا غزہ داخلہ اور استقبال

ایشیائی ممالک سے کئی ہفتوں کے بعد طویل مسافت طے کرکے امدادی قافلہ "ایشیاون" بعافیت اپنی منزل مقصود غزہ پہنچا، جہاں شہریوں نے بڑی تعداد میں سرحد پر اس کا استقبال کیا، امدادی قافلہ ۲؍جنوری کو مصری سرحد سے رفاح بارڈر کے راستے شہر میں داخل ہوا، سخت سردی اور رات کا وقت ہونے کے باوجود شہریوں کی بڑی تعداد امدادی قافلے کے استقبال کے لئے بارڈر پر جمع تھی۔

اس سے قبل ہفتہ کے روز امدادی قافلے کے مصر پہنچنے پر اس کی تلاش لینے کے لئے قافلے کو روک لیا گیا تھا، مصری حکام نے قافلے کے ہمراہ آنے والے ساٹھ مندوبین کو غزہ جانے سے روک دیا، ان میں اردنی اور ایرانی انسانی حقوق کے رضا کار بھی شامل ہیں، امدادی قافلے میں ایک ہزار ٹن امدادی سامان لدے آٹھ ٹرالر اور چار ایمبولینس شامل تھیں۔

امدادی سامان میں ادویات، خوراک، گرم کپڑے، بچوں کا دودھ اور بنیادی ضرورت کی دیگر اشیاء شامل ہیں، خیال رہے کہ ہند، پاک، ایران، ملیشیا، انڈونیشیا، لیبیا، شام اور لبنان سمیت کئی دیگر ممالک کے امدادی اداروں کے تعاون سے بھیجا گیا "ایشیاون" اپنی نوعیت کا پہلا امدادی قافلہ ہے، جو ان ممالک کے اشتراک سے محصورین غزہ کے لئے روانہ کیا گیا ہے، قافلہ کے ہمراہ آنے والے عالمی انسانی حقوق کے رضا کاروں نے غزہ پہنچنے پر جہاں سجدۂ شکر ادا کیا وہیں مصری حکام کے ترش رویے اور اپنے ساتھ طویل سفر کرکے آنے والے ساٹھ رضا کاروں کو روکنے پر افسوس کا اظہار بھی کیا۔

فلسطینیوں کی امداد عالم اسلام پر فرض

مصر کی معروف علمی درس گاہ جامعہ الازہر کے سربراہ شیخ احمد الطیب نے کہا ہے کہ فلسطینیوں کی مالی اور معنوی امداد نہ صرف عرب ممالک اور مسلم دنیا پر فرض ہے بلکہ یہ ہر زندہ ضمیر انسان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مظلوم فلسطینی عوام کی ہر ممکن مدد کرے، مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق جامعہ ازہر کے سربراہ ڈاکٹر احمد الطیب نے ان خیالات کا اظہار انٹرنیشنل دعوہ کونسل کے ایک اجلاس سے خطاب کے دوران کیا، انہوں نے کہا کہ فلسطینیوں کے حقوق کے حصول میں مدد فراہم کرنا ہم سب کی اخلاقی ذمہ داری ہے، صرف بیانات کی حد تک نہیں بلکہ مسلم امہ اور عالمی برداری کو دامے، درمے قدمے، سخنے ہر سطح پر فلسطینیوں کی مدد جاری رکھنی چاہئے، ڈاکٹر احمد الطیب نے فلسطینیوں کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مہینوں جرائم کے خلاف فلسطینیوں کی قربانیاں تب ہی رنگ لاسکتی ہیں، جب وہ آپس میں اتحاد پیدا کریں، اس وقت فلسطینی قبلہ اول کی آزادی کے لیے فرنٹ لائن کا کردار ادا کررہے ہیں، انہیں حکمت اور دانش مندی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، باہمی اختلافات اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر اپنی صف بندی کرنی چاہئے، جامعہ ازہر کے سربراہ نے انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں اور اقوام متحدہ سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ فلسطینیوں کو ان کے حقوق دلانے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔

اٹلی میں یہود مخالف جذبات میں اضافہ

یورپ کے ایک بڑے ملک اٹلی میں یہودیوں کے خلاف نفرت میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے، اٹلی میں ایک غیر سرکاری ادارہ کے زیر اہتمام کئے گئے عوامی سروے میں رائے دہندگان کی اکثریت نے یہودیوں اور صیہونیوں کے طرز عمل کو "گمراہ کن" قرار دیا ہے۔

مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق اٹلی میں "ڈیمو" نامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام اس ماہ کے پہلے ہفتہ میں ایک سروے کیا گیا، سروے رپورٹ کے مطابق ۲۲؍فیصد رائے دہندگان کا کہنا تھا کہ صیہونی "ہولوکاسٹ" کی آڑ میں ملک میں اپنی ظالمانہ پالیسیوں کو جواز فراہم کررہے ہیں، اور اسی کے باعث وہ عالمی قوانین کی خلاف ورزیوں کے مرتکب اور عالمی معاہدوں کو تاراج کررہے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق ۵۹؍فیصد اطالوی شہریوں کا خیال ہے کہ یہودی اس وقت پوری دنیا میں معاشی غلبہ کے بعد سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

دوسری جانب اٹلی میں گزشتہ ایک برس کے دوران یہود مخالف ایسی درجنوں ویب سائٹس تیار کی گئی ہیں جن میں یہود مخالف جذبات کو ابھارا جاتا ہے ان ویب سائٹس کے قیام کے بعد اٹلی میں یہودی تنظیموں اور مقامی یہود کمیونٹی نے سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔

امریکی مسلمانوں کا مساجد کی سیکورٹی کے انتظامات کا مطالبہ

امریکی مسلمانوں نے امریکہ میں موجود مساجد اور دیگر دینی مقامات کے تحفظ کے لئے سیکورٹی کے ٹھوس اقدامات اٹھانے کا مطالبہ کیا ہے، کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشن کی طرف سے ایک پریس ریلیز جاری کیا گیا جس میں مسلم سول رائٹس گروپ کی طرف سے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ امریکہ میں تمام مسلم مذہبی مقامات اور مساجد کے تحفظ کے لیے فل پروف سیکورٹی انتظامات کئے جائیں، یہ مطالبہ امریکی ریاست "اوریگان" میں ایک مسجد میں آگ لگنے اور مسجد کو نقصان پہنچنے کے بعد کیا گیا۔

فلسطین کو ترکی حمایت جاری

ترک وزیر اعظم رجب طیب اردگان نے کہا ہے کہ ان کا ملک فلسطینیوں کی حمایت جاری رکھے گا، مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق ترک وزیر اعظم نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ وہ خطہ میں اشتعال انگیز کارروائی سے باز رہے، کیوں کہ اس کے بعض اقدامات خطہ میں خون خرابہ کا باعث بن سکتے ہیں، انہوں نے متنبہ کیا کہ اگر مشرق وسطی میں خانہ جنگی ہوئی تو اس کا نقصان صرف خانہ جنگی کرنے والے گروپوں ہی کو نہیں ہوگا بلکہ اسرائیل کو بھی اس کا سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

استنبول میں عالمی کانفرنس کا انعقاد

۱۵؍جنوری کو القدس اور فلسطین کی نصرت کے لیے عالمی اتحاد کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس میں عرب اور اسلامی دنیا کی ۵۰؍ سے زائد معروف شخصیات نے شرکت کی۔

کانفرنس کا افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد تمام ممالک کے رہنماؤں نے ترکی کے صدر اور اس کی حکومت کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع پر ترکی کی معروف عالمی امدادی تنظیم "انسانی حق حریت" کے سربراہ نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ "جذبہ ایمانی اور موت سے نہ ڈرنا ہی ہمارا حقیقی اسلحہ ہے" اس کانفرنس کے چارٹر میں کہا گیا ہے کہ "فلسطین عرب اور اسلامی سرزمین اور فلسطینی قوم کی ملکیت ہے، چاہے جتنی مدت گزر جائے اس پر یہودی تسلط ناجائز ہی رہے گا"۔

اعلامیہ میں فلسطین میں اسلامی مقدس مقامات بالخصوص مسجد اقصیٰ کو لاحق خطرات سے بھی آگاہ کیا گیا کہ اسرائیل نے مسجد اقصیٰ کے نیچے بڑے پیمانے پر کھدائیاں شروع کردی ہیں تاکہ مسجد منہدم ہوجائے اور اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے، اعلامیہ میں کہا گیا کہ مسلمانوں کے قبلۂ اول کو کوئی بھی گزند پہنچانے کی صورت میں خطہ کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کا امن تباہ ہوجائے گا۔

کانفرنس میں شریک ہونے والی مسلم ممالک کی سرکردہ شخصیات نے غزہ کے پانچ سالہ اسرائیلی محاصرہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے تمام عرب اور اسلامی اقوام سے فلسطینی قوم کے حقوق اور مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا مطالبہ کیا، کانفرنس میں کہا گیا کہ اس مقصد کے لیے سب سے اول ترجیحی طور پر عالم اسلام کو متحد ہوکر اس پر وگرام کو آگے بڑھانا ضروری ہے۔

چارٹر کے آخر میں کہا گیا کہ ہم دنیا بھر میں پھیلی ہوئی سول سوسائٹی کی تنظیموں کی طرح فلسطینی قوم کی نصرت اور القدس اور فلسطین کے دفاع کے لیے بھرپور کوششیں کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

"عالمی کانفرنس برائے نصرت القدس وفلسطین" القدس اور فلسطین کے حق میں کام کرنے والی مختلف تنظیموں، اداروں اور گروپوں کا اتحاد ہے جو فلسطین کو صیہونی شکنجے سے آزاد کرانے میں بھرپور دل ادا کررہا ہے۔

☆☆☆☆☆

رپورٹ

قرآن کریم کی خدمت سب سے اعلیٰ خدمت

سلام سنٹر، بنگلور میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا خطاب

سید سبحان ثاقب ندوی

۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کو حامد محسن صاحب نے اپنا انسٹی ٹیوٹ دیکھنے کی دعوت دی، وہ جدید وسائل کا استعمال کرکے قرآن مجید اور اس کے مستند ترجموں کی اشاعت کا کام بڑے پیمانہ پر کررہے ہیں، حضرت مولانا مدظلہ نے ان کی دعوت قبول کی، اور ان کے سینٹر تشریف لائے اور گفتگو بھی فرمائی جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ فرمایا:

''قرآن پاک کی خدمت سب سے اعلیٰ خدمت ہے، اللہ نے انسانوں کے لئے برائے نصیحت آسان کردی، یوں سمجھئے کہ ہائی کرنٹ پر ربڑ چڑھادیا جاتا ہے اندر کے تار پر اگر ہاتھ لگ جائے تو انسان خاک وراکھ ہوجائے اسی طرح سمجھئے اللہ نے اس کو ڈھک دیا ہے تاکہ بندہ اپنے رب سے عبدیت کا معاملہ رکھ سکے اسی لئے جو لوگ الفاظ کی روح تک پہنچ جاتے ہیں، ان کے دل لرز جاتے ہیں، اور ان کے برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی خدمت غیر مسلموں نے بھی کی ہے لیکن یہ ایمان اور تابعداری کی نیت کے بغیر وہ خدمت تھی اس لئے اس خدمت نے ان کو فائدہ نہیں دیا، مسلمان خدمت کرتا ہے تو ایمان اور تابعداری کی نیت سے کرتا ہے، وہ اس کی خدمت کے ذریعہ کہیں سے کہیں پہونچ جاتا ہے، قرآن مجید کو پھیلانا بہت مبارک ہے، اس کا تجربہ بار بار ہورہا ہے کہ جس نے قرآن مجید کو کھلے دل سے پڑھ لیا، اس کی زندگی میں انقلاب آگیا۔

حضرت مولانا نے نومسلم محمد اسد مرحوم کا واقعہ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ والا بھی سنایا کہ تکاثر کی ہوس نے غافل کردیا، اطمینان چھین لیا، آج گویا سب نے اپنے کو مادیت اور تمدن کے حوالہ کردیا ہے، عزت اور دولت کا شوق، بس سب اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ زیادہ حاصل کرنے کے شوق میں ہر چیز سے غافل ہوگئے ہیں۔ محمد اسد مرحوم ایک صحافی اور راہب باپ کے بیٹے تھے، صحافتی دورہ پر افغانستان آئے وہاں قرآن مجید کا مطالعہ شروع کیا، قرآن پاک نے ان پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ محمد اسد ہوگئے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسپین چلے گئے، وہاں احیاء اسلام کے کام میں مصروف رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔

یہ واقعہ ہے کہ جس نے قرآن مجید کو غیر جانبدار ہوکر پڑھا وہ بدل گیا، صحابہ کرام کی نصف تعداد قرآن مجید سن کر ایمان لائی اور نصف تعداد آپ ﷺ کی سیرت دیکھ کر، حضرت عمر کا واقعہ تو مشہور ہے ان کی بہن قرآن مجید کی تلاوت کررہی تھیں ان کے آتے ہی خاموش ہوگئیں اور چھپالیا، انہوں کہا کہ لاؤ دکھاؤ بس کیا تھا چند آیات کو سننے کے بعد ہی وہ مشرف بہ ایمان ہوگئے۔ اور دیگر صحابہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وشمائل کو دیکھ کر ایمان لائے، یہ آسمان کی چیز ہے اللہ نے ہمارے فائدے کے لئے زمین میں بھیج دیا تاکہ ہم ہدایت پائیں۔

قرآن مجید میں دراصل ایک مقناطیسی قوت ہے جو بھی اسے پڑھتا ہے قرآن اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اسے انسانوں کے ذہنوں کو مسخر کرنے اور انہیں صحیح کرنے کی پوری صلاحیت ہے، قرآن کریم کو عام بندگان خدا تک پہنچانا پوری امت کی ذمہ داری ہے، اس ذمہ کی ادائیگی میں ملک کا بھی فائدہ ہے اور انسانیت کا بھی۔

اس سوال کے جواب میں کہ امت مسلمہ کو آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم چاہتا ہے کہ انسان صحیح راستہ پر آئیں وہ چاہتا ہے کہ لوگ جہنم سے نجات پائیں اس لئے قرآن مجید کو استفادہ کے لئے آسان بنادیا۔ قرآن مجید کے اندر ایک کشش ہے جو بھی پڑھے گا، وہ مجبور ہوجائے گا اس کو سمجھنے کے لئے، اسی طرح عربی زبان جانتے نہیں لیکن سن کر بے ساختہ رونا شروع کردیا، اور سمجھ کر پڑھنے والے جب تلاوت کرتے ہیں تو ان کے برداشت سے باہر ہوجاتا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ دل پھٹ جائے گا۔ اللہ نے اس میں بڑی طاقت رکھی ہے۔ روحانی طاقت، آسمانی طاقت اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ ربانی کلام ہے، اس سے اہل علم بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور معمولی صلاحیت والے بھی، دونوں طرح کی اس میں رعایت رکھی گئی ہے۔

انسانیت کی نجات کے لئے اللہ نے یہ کلام عطا فرمایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی تو یہ وہ وقت تھا کہ اللہ نے دنیا پر نظر ڈالی تو اسے نفرت ہونے لگی پھر رحم آیا، نبی مبعوث کیا، اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا نبی بنایا کہ ان کی سیرت کو دیکھ کر لوگ ایمان لانے لگے، اور اپنے کلام کو ایسا بنایا کہ لوگ اس کے اثر سے ایمان قبول کرنے لگے، اس میں اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے، اس نسبت کو سمجھ کر کام کیجئے اور جو بھی اس نسبت سے کام کرے گا، کامیاب ہوگا''۔

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے تاثرات اس طرح ظاہر فرمائے:

''آج یہاں سلام سینٹر آنے کی سعادت حاصل ہوئی، آنے سے پہلے اندازہ نہیں تھا، ہم یہ سمجھتے تھے کہ چھوٹی لائبریری ہوگی اور کچھ کتابیں ہوں گی جو اسلام کے تعارف سے متعلق ہوں گی یہاں آکر دیکھا قرآن مجید کی خدمت کا اتنا بڑا کام ہوا ہے، آج میڈیا اسلام کے خلاف جو پروپگنڈہ کررہا ہے اور اس نے قرآن مجید کو خاص موضوع بنایا ہے، اس کے لیے ۲۱ر آیتوں کا انتخاب کیا گیا ہے اور قرآن مجید کی اخلاقی تعلیمات کو نظر انداز کرکے آیات کا غلط مطلب پیش کرکے قرآن مجید کے خلاف پروپگنڈہ کی کوشش کی گئی۔

قرآن مجید ﴿شِفَاءٌ لِّلنَّاس﴾ ہے اور یہ مکمل ہدایت ہے، اور پوری انسانیت کے لئے اس میں رہنمائی ہے اور یہ اس کا کلام، پیغام ہے جو سب کا خالق اور انسانوں کی تمام ضرورتوں کو سمجھنے والا ہے ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾۔

اس وقت قرآن مجید کے خلاف بڑی تحریک چل رہی ہے، اور ایک فلم بنائی گئی جس کا نام ''فتنہ'' ہے اس میں قرآن مجید کو موضوع بتاکر یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن فتنہ سکھاتا ہے، قرآن ہی دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے، اس کے نتیجہ میں قرآن مجید کو سمجھنے کی ہوا چل پڑی۔ لوگوں میں اس کا بڑا شوق پیدا ہوا، اور کتنے مشرف بہ اسلام ہوئے، جنوبی ہند میں سلام سینٹر کی اس خدمت کی بڑی قدر آئی کہ جس میں قرآن مجید دوسروں تک پہونچا کر دین اسلام کا لازوال پیغام دیا جاتا ہے۔

آج کے حالات میں قرآن مجید کو عام لوگوں کے سامنے پیش کرنا اور یہ سمجھانا کہ اصل قرآن مجید کا پیغام انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بہتر بنانا اور ان دونوں سطحوں پر صحیح اخلاقی رہنمائی کرنا ہے، قرآن مجید خانگی، سرکاری، انفرادی اور اجتماعی تمام سطحوں کے جھگڑوں کو بہترین انداز میں حل کرتا ہے۔ وہ خالق جس نے انسانوں کو بنایا ہے وہی انسانوں کی ضرورتوں کا خوب سمجھتا ہے''۔

مولانا نے مزید یہ بھی فرمایا کہ: ''قرآن مجید کو محض پہنچا دینا بھی بڑا کام ہے، اس لیے کہ اس میں خود ایک کشش ہے۔ ہم آل انڈیا ریڈیو میں تھے، جب قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی تھی تو غیر مسلم آکر کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور بڑے متاثر ہوتے تھے، جو سمجھتے وہ اس سے متاثر ہوتے اور جو عربی زبان نہیں جانتے تھے، وہ آواز سے متاثر ہوتے اور حلاوت محسوس کرتے تھے، ان کا یہ خیال ہوتا کہ قرآن مجید کی تلاوت کا مقابلہ کوئی موسیقی یا گانا نہیں کرسکتا، اس میں ایک صوتی خصوصیت ہے، ادبی خصوصیت ہے، قرآن مجید کا صوتی جمال خود اعجاز ہے۔ جب اس کے سننے کا اثر ہوسکتا ہے تو اس کے پڑھنے اور سمجھنے کا بھی ضرور اثر ہوگا۔ انہوں نے فرمایا: یہ سب خاموش تحریک ہے جو دلوں کو متاثر کرنے والی ہے۔ ہمارے بھائی حامد محسن صاحب جن کا یہ سلام سینٹر ہے، بڑا مبارک کام کررہے ہیں۔ انہوں نے ''سلام'' نام رکھا ہے، یہی نام اس کا پیغام ہے، ''سلام'' کے معنی پیس (Peace) کے ہیں، اس طرح یہ پیس مشن ہے''۔

مولانا ریاض الرحمٰن رشادی (جو بنگلور کے سرگرم عالم دین، داعی وخطیب ہیں) نے سلام سینٹر کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ: ''اصلاً یہ جذبہ حامد صاحب کے والد کا تھا کہ قرآن مجید جگہ جگہ عام ہو۔ اس کا پیغام لوگوں تک پہونچے، وہاں سے انہوں نے یہ فکر کی''۔

ان کے بعد سلام سینٹر کے حامد محسن صاحب نے کہا کہ بنگلور میں ۸۰ر لاکھ آبادی ہے، ۲۰ر لاکھ مسلمان ہیں، اتنی بڑی تعداد یہاں آباد ہے اور وہ قرآن مجید کے پیغام کو سمجھتی نہیں، ہورڈنگ اور اشتہارات کی شکل میں شہر کے مختلف حصوں، مقامات اور بسوں پر قرآن مجید کی طرف رغبت دلانے والی عبارتیں نصب کیں، اور مختلف اخبارات وغیرہ میں بھی ان کو شائع کرایا۔

قادیانیت کے خطرہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ یہ بڑے منظم انداز میں کام کررہے ہیں، قرآن مجید کے ذریعہ یہ اپنی طرف بلاتے ہیں، ستر زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا، کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کو نمایاں کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کو وہ اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں۔ لیکن آخری نبی کے طور سے مرزا قادیانی کی تصویر دکھاتے ہیں، کسی سے کسی طریقہ سے اور کسی سے کسی طریقہ سے بات کرتے ہیں، کتاب میلوں میں اپنا اسٹال لگاتے ہیں، کئی جگہ ہم نے ان کے خطرہ کو واضح کیا۔

حامد محسن صاحب نے بتایا کہ کتابوں کے میلے جو ملک کے مختلف حصوں میں لگتے ہیں وہاں ہمارا قرآن کا اسٹال بھی لگتا ہے، ابھی تری دندرم میں قرآن کانفرنس میں چار ہزار قرآن شریف ہم نے تقسیم کئے، غیر مسلموں میں ترجمہ قرآن مجید پہونچانے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ لوگوں کے اسلام قبول کرنے واقعات سامنے آنے لگے۔

مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی نے کہا کہ انہوں نے ایک نشانہ مقرر کیا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کی طرف لانا ہے۔ اس طرح بغیر کسی طے شدہ پروگرام کے ایک شاندار اور مرتب پروگرام سلام سینٹر بنگلور میں منعقد ہوا جہاں کچھ اہل تعلق اور بھی جمع ہوگئے تھے اور سبھی بہت مسرور ہوئے۔

☆☆☆☆☆

روداد سفر

آخری قسط

گلبرگہ میں

محمود حسن حسنی ندوی

تفہیم شریعت کانفرنس اور حضرت مولانا کا خطاب

صدارتی خطاب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"حضرات! ابھی بڑی اچھی تقاریر سن رہے تھے خاص طور پر ہمارے جناب عبدالرحیم قریشی کا خطاب بڑا مؤثر ہوا اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ان مسائل کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا، جس سلسلہ میں عموماً شبہات پیدا ہوتے ہیں، انہوں نے شبہات کو دور کیا۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اس کی باتوں کو چھوڑ کر محض اپنے ذہن سے فیصلے کرے یقیناً وہ غلطی کرے گا جیسے ایک کاریگر نے مشین بنائی، وہ مشین کے بارے میں بتائے گا کہ یہ پرزہ اس کام کا ہے اور یہ یہاں فٹ ہوگا، بات اس کی مانی جائے گی دوسرا آکر کہنے لگے، مشین اس طرح درست ہوگی، یہ پرزہ یہاں ہونا چاہئے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ مشین بنانے والے کی بات کا اعتبار ہوگا تو اللہ نے کائنات بنائی اور وہی دنیا کا انسان اور تمام چیزوں کا خالق ہے وہ جس کام کو جس طرح کرنے کو کہے گا، مانا وہی جائے گا اور خود اس نے صاف فرمایا ہے:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾۔

اسی طرح اللہ نے اپنے رسول بھیجے اور جو بات اس کے رسول نے سنائیں جن پر اللہ کی وحی اترتی ہے تو رسول ﷺ کی بات کو اہمیت دینی ہوگی اور اس میں نجات کا سامان ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور ان کی شریعت آخری شریعت ہے، اس کو سمجھنا ضروری ہے، اسی لئے ہمارے مسلم پرسنل لاء بورڈ نے "تفہیم شریعت" کا شعبہ قائم کیا تا کہ شریعت کے علماء، ملک کے قانون کے وکلاء کے سامنے وہ مسائل رہیں اور ایسے فیصلے جج صاحبان نہ دے سکیں جو شریعت سے ٹکراتے ہیں اور جن سے شریعت کے مصالح کو نقصان پہنچتا ہے۔

ہم لوگ مخلوط زندگی گزارتے ہیں، دفاتر میں، کاروبار میں، سفر میں اور دوسرے مواقع پر اور دیگر جگہوں میں ایک دوسرے کا ساتھ ہوتا ہے، اسلام اور دین وشریعت کی خوبیاں، محاسن ومصالح کو انہیں بتایا جائے، اس سے یہ اثر پڑے گا کہ اسلامی شریعت پر جو اعتراضات ہوتے ہیں وہ نہیں ہوں گے اور پھر یہ کہ وہ دین وشریعت کے قریب آئیں گے اور ان کے اندر اسلام کی محبت پیدا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جو قانون زندگی کے مختلف پہلوؤں کا دیا ہے اس میں ہماری کمزوریوں کی پوری رعایت ہے، ہماری ضرورتوں کی مکمل رعایت ہے اور شریعت اسلامی نے ایسی باریک رعایتیں رکھی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، مجبوریوں کی رعایت رکھی گئی ہے اور کیسے نہ ہوتا کہ انسانوں کے خالق کی بنائی ہوئی شریعت ہے، جو انسانوں کی کمزوریوں، مجبوریوں، ضرورتوں کو جاننے والا ہے اور کیوں نہ ہوتا کہ وہی خالق ومالک اور رب العالمین ہے، صرف نکاح کو ہی لے لیجئے اگر شریعت کا لحاظ رکھ کر اس کو انجام دیا جائے تو اس کا کھلا نتیجہ یہ ظاہر ہوگا کہ طلاق کے واقعات کم سے کم ہوں گے، مرد یہ عہد کرتا ہے کہ ہم اپنی بیوی کا خرچ اٹھائیں گے، وہ اس کے ساتھ اس کو باعزت رکھنے کا بھی عہد لیتا ہے اور اس کے بعد اس کی فکر رکھتا ہے اور جب شوہر اپنے عہد کا خیال رکھتا تو عورت کو بھی خیال آتا ہے کہ وہ شوہر کو تکلیف نہ پہونچنے دے، وہ اس کے ذہنی راحت واطمینان اور جسمانی راحت وسکون کا خیال رکھتی ہے۔ اور ایک دوسرے کو سکون ملتا ہے، اس لئے جب شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے تو بیوی کے لئے شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ بیوہ کا صحیح طریقہ پر دوسرا نکاح کردیا جائے، اسی طرح بعض عورتیں خلقۃً کمزور ہوتی ہیں اور وہ زیادہ بوجھ نہیں اٹھاسکتیں اور مرد کے جذبات اس کے متقاضی ہوتے ہیں کہ وہ دوسرا نکاح کریں، شریعت نے اس کی اجازت دی لیکن دونوں میں عدل کا پورا خیال اور لحاظ رکھنے کے ساتھ اجازت دی۔

تفہیم شریعت کے اس جلسہ کے انعقاد پر ہم سبھی منتظمین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ذمہ داروں کو بھی۔ امیر شریعت کرناٹک مولانا مفتی اشرف علی اور "تفہیم شریعت کمیٹی" کے ذمہ دار مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو بھی اور شرکت کرنے والے حضرات کو بھی۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو قبول فرمائے اور مفید ومبارک بنائے"۔

اخیر میں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔

جلسۂ عام ایک وسیع وعریض میدان میں رات کو منعقد ہوا، میدان کھچا کھچ بھرا تھا، مقررین کی بھیڑ تھی جن میں سیاسی قائدین بھی تھے لیکن جناب عبدالرحیم قریشی کا خطاب حاصل جلسہ تھا۔

جناب عبدالرحیم قریشی نے بڑے جذباتی انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"رات بھیگ رہی ہے، وقت زیادہ ہوگیا ہے،

اس کا تقاضا ہے کہ میں اپنی بات مختصر کروں لیکن مجمع اور آپ کے جذبہ کو دیکھ کر کچھ کہنے کا تقاضا ہورہا ہے کہ میں آپ سے ضرور خطاب کروں۔ مسلمان نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، حج پر بھی جاتا ہے لیکن کہتا ہے کہ میراث نہیں دیں گے تو کیا وہ مسلمان ہوگا؟

آج جو قانون سازی ہورہی ہے، حیرت ہوتی ہے کہ قانون سازوں کو کیا ہوگیا ہے۔ یہ ملک مختلف مذاہب اور قوموں کا ہے۔ یہاں کسی ایک قوم کی اجارہ داری نہیں ہے۔ ایک نیا قانون آیا کہ ۱۶ر سال کی عمر میں لڑکی لڑکا زنا کرتے رہے تو کوئی جرم نہیں جبکہ ۱۸ر سال کی عمر سے پہلے شادی کو غلط سمجھتا ہے قانون، اس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کو کس طرف لے جایا جارہا ہے۔ ہندوستان کا دستور بہت اچھا ہے لیکن جو فیصلے لئے جاتے ہیں، اس میں اقلیتوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

بابری مسجد کا جو فیصلہ آیا، انصاف کا خون، قانون کا قتل۔ حالیہ فیصلہ اس قدر خطرناک ہے کہ اس کی زد میں یہ مسجد، یہ درگاہ، یہ مدرسہ وخانقاہ آسکتی ہے، آستھا کی بنیاد پر فیصلہ، یہ آستھا کب بنی؟ اکبر، شاہجہاں، تلسی داس کسی کے زمانہ میں یہ عقیدہ نہیں تھا کہ رام بابری مسجد کے بیچ کے گنبد کے نیچے پیدا ہوئے۔ فرض کیجئے کہ اس فیصلہ کو چیلنج نہ کیا جائے اور اس فیصلہ کے نقائص سپریم کورٹ کے سامنے پیش نہیں کئے گئے تو پھر ہم کسی مسجد کو بچانہ پائیں گے۔

ہم برادران وطن سے کیا چاہتے ہیں؟ حکومت کفر کے ساتھ چل سکتی ہے، شرک کے ساتھ چل سکتی ہے لیکن حکومت بے انصافی اور ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ تم ظلم کروگے تمہاری حکومت چلی جائے گی۔

اسی طرح وندے ماترم پر اصرار کا معاملہ ہے۔ صرف معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان ملک سے محبت رکھتا ہے، ملک محبوب ہے لیکن وہ ملک کی وندنا اور پوجا نہیں کرسکتا۔ ملک کو معبود کسی صورت، کسی حالت میں نہیں بناسکتا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جد وجہد کا مطلب اور اس کا ہدف یہ ہے کہ مسلمان شریعت پر چلنے والے بن جائیں اور ملک میں انصاف عام ہوجائے"۔

قریشی صاحب کے خطاب کے بعد صدر جلسہ مولانا مدظلہ نے اپنی تقریر دراز نہیں کی اور قریشی صاحب سے پہلے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا خطاب بھی ہوچکا تھا۔ مولانا مصطفیٰ رفاعی ندوی نے بھی خطاب کیا۔

جب صدر جلسہ کو دعوت سخن دی گئی تو اس شعر کے ساتھ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عظیم قائد ومصنف، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی جانشیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے درخواست کی کہ ہمیں نصیحت فرمائیں۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا۔

"الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

بزرگو، دوستو اور عزیزو! آپ نے دو اہم ترین تقریریں سنیں، خاص طور پر قریشی صاحب کی تقریر سنی، کس درد، کس جذبہ کے ساتھ تقریر کی، ان کی تقریر کے بعد اب دوسری تقریر کی ضرورت نہیں۔ ہر حال میں اللہ کی مرضی کو پیش نظر رکھ کر زندگی گزارئے، اللہ کی رحمت کو متوجہ کیجئے، اللہ کی رحمت اصل ہے"۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے بہت واضح انداز میں زندگی کو سنوارے جانے کی بات کی اور قریشی صاحب نے اس میں جذبہ پیدا کردیا، دعا بھی صدر جلسہ نے مختصر کرائی، اس لئے کہ قریشی صاحب اس قدر پرجوش تھے کہ انہوں نے خطاب کو اختتام کو پہونچاتے ہوئے دعا کے لئے بھی ہاتھ اٹھادئے تھے، حضرت صدر جلسہ نے اسی کو کافی سمجھا۔

الحمد للہ بڑی کامیابیوں کے ساتھ یہ دونوں اجتماعات پورے ہوئے، جلسۂ عام کی نظامت حافظ شریف صاحب نے بڑی لیاقت کے ساتھ کی اور جلسۂ عام میں استقبالیہ کلمات بڑے جذباتی انداز میں مولانا مظفر حسین نے پیش کئے۔

گلبرگہ کا سفر مولانا مدظلہ نے تفہیم شریعت کے پروگرام کے سلسلہ میں کیا تھا، البتہ مولانا مدظلہ کے قدوم میمنت کو غنیمت جان کر اہل گلبرگہ نے بعض مقامات پر دعا کے لئے لے جانا چاہا، اور ایوب سیٹھ صاحب جن کے مکان "بیت الحمد" پر قیام کا انتظام تھا، اس میں بڑے مستعد نظر آئے، انہیں دیکھ کر تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی جگہ چھوٹے، سبھی جگہ حضرت چلے جائیں اور لوگوں کے اداروں کو برکتیں حاصل ہوجائیں، چنانچہ ۶ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو صبح کچھ دیر آرام کرنے کے بعد قمر الاسلام صاحب (سابق ریاستی وزیر) کے مکان پر ناشتہ کے پروگرام میں شرکت کے لئے نکلے لیکن ان جگہوں سے ہوتے ہوئے جس کے نام ہیں، فاطمہ نسواں اسلام آباد کالونی، ضیاء العلوم باغبان، جامعۃ الصالحات، مدرسہ مظاہر العلوم، دار العلوم خلیلیہ اور مسجد ممتاز اور جامعہ مجیدیہ کی تاسیس بھی رکھی یہاں تک کہ دس بج گئے، اور خاصی تاخیر سے ناشتہ ہوا، یہاں اقبال سرودگی صاحب سابق چیئرمین سینٹرل حج کمیٹی آف انڈیا اور درگاہ حضرت شاہ گیسودراز کے سجادگان میں سے ایک صاحب اور وہاں کے دار العلوم کے استاد مولانا عبدالرشید بھی موجود تھے، انہوں نے یہاں سے درگاہ جانے کا پروگرام بنایا۔

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN PERFUMERS

EXPORTERS & IMPORTERS

Tayyab Shamama — طیب شمامہ
Shamama Abid Special — شمامہ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Mushk Amber — مشک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khus — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ

Kannauj-209725 (U.P.)
Tel.: 05694-234445, 234725, Fax: 234388
Mobile: 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail: mymykannauj@yahoo.co.in

R.U. KHAN
MOBILE: 9335916892, 9415001164

ACE LABEL WORLD

We help make brands!

Manufacturers Quality Woven Labels, Monograms And Tags

LUCKNOW-01 (U.P.) INDIA

MAQBOOL JEWELLERS

مقبول جویلرز

Ph: 0522-4000150 (S) - 4001150

Mohd. Zubair
Mohd. Salman

0522-2618629
09415028247
09919091462

Sahara FOOTWEAR

35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-8

پروپرائٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جویلرس

WALIULLAH Jewellers

ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone: 0522-2627446 (S)
e-mail: waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23466706

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties

menmark®
Men's Exclusive

MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

درگاہ خواجہ بندہ نواز میں

خواجہ غریب نواز کا خطاب اہل ہند نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو دیا تھا اور دکن میں حضرت شاہ گیسودراز سید محمد بن یوسف الحسینی کو خواجہ بندہ نواز کا خطاب عطا ہوا، یقیناً ان میں عبدیت کا پہلو غالب اور انسانیت نوازی کا پہلو نمایاں ہوگا، صاحب سجادہ شاہ خسرو الحسینی صاحب سفر پر تھے، باقی سجاد گان اور مولانا عبدالرشید نے استقبال کیا اور تعارف کرایا، مولانا مدظلہ اور ان کے رفقاء نے کچھ پڑھ کر ایصال ثواب اور دعائے مغفرت ورفع درجات کی، جس درگاہ پر جائیں بعض جاہل عوام کی یہ کیفیت دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی کہ ان سے سجدہ کئے بغیر رہا ہی نہیں جاتا، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، بڑے پتہ اور نکتہ کی بات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کراکر بنی نوع انسانی کو یہ پیغام دیا کہ وہ اب اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکے گی۔

کل پانچ دسمبر ۲۰۱۰ء کو جلسۂ خاص کے بعد ایک خصوصی دعوت کا اہتمام سجادگان نے کیا تھا، میں بھی حاضر تھا، وہاں دوران گفتگو میں نے استفسار کیا کہ آپ کے تین امام میں سے لاہور میں ایک بڑے بزرگ حضرت شاہ سید نفیس الحسینی گزرے ہیں، انہوں نے قریب کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "الملتقط" شائع فرمائی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے انہوں نے برٹش میوزیم کا دورہ کیا تھا۔ آپ کے علم میں ہے؟ ان لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی، میں نے عرض کیا اس کا ایک نسخہ ہمارے یہاں دارعرفات، رائے بریلی اور ایک مطبوعہ نسخہ ندوۃ العلماء کی لائبریری میں ہے، حضرت نے خود بھجوائی تھی، بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے ان حضرات کو بھی بھجوائی تھی شاید پہونچ نہ سکی۔

بیجاپور کے راستہ میں

بیجاپور کے راستہ میں مدرسہ بیت العلوم سندگی اور اسی سے متصل مدرسہ حفصہ للبنات واقع ہے، جس کے بانی بھٹکل کے عالم دین وداعی مولانا محمد ایوب برماور ندوی ہیں، ان کا بڑا تقاضا تھا کہ اس ادارے میں حضرت مولانا مدظلہ کی تشریف آوری ضرور ہوجائے، انہوں نے اس کے لئے مولانا واضح رشید حسنی مدظلہ، شاہد حسین صاحب سے بھی رابطہ قائم رکھا اور دوسری طرف بلال ماموں کی بھی خواہش تھی کہ ان کے کئی عزیز شاگرد یہاں مدرس اور اس کا محل وقوع بڑا ہی دلفریب اور اس کی فضا مشکبار ہے۔ ہمارا دل چاہ رہا تھا اور میں اس سے پہلے بلال ماموں، مولانا عبدالسبحان بھٹکلی ندوی کے ساتھ حاضر ہو بھی چکا ہوں، مدرسہ کے اساتذہ گلبرگہ آگئے تھے اور ان میں خاص طور سے مستقیم ندوی، عبدالحق ندوی، داؤد ندوی اور نعیم ندوی ہر طرح سے ان حضرات کو وہاں تشریف آوری کے لئے آمادہ کرنے پر لگے تھے، آخر انہیں کامیابی ملی، الیاس سیٹھ صاحب صدر جمعیت باغبان کرناٹک نے بھی تائید کی، اور ایوب سیٹھ صاحب خود ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے، درگاہ سے سیدھے بیجاپور کا ہی راستہ پکڑا، منزل بیجاپور نہیں تھی، منزل سندگی میں واقع بیت العلوم کا مدرسہ تھا، یہاں پہونچ کر بھی کا بڑا دل لگا، حافظ فضل حق صاحب اس مدرسہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں، مولانا ایوب ندوی کے معتمد اور بڑے ہی مستعد، جفاکش منتظم و مدیر ہیں، پانی کے اسٹور کے لئے بڑا حوض، گہرا تالاب اور ڈیم تک تعمیر کیا ہے، اساتذہ کے لئے اسٹاف کوارٹرس، دارالاقامہ میں کمروں میں چار منزلہ بیڈ اور جگہ جگہ دعاؤں کی ترغیب اور موقع ومناسبت کی دعاؤں، کتبوں کی شکل میں اور نمازوں کے بعد دعاؤں کی حدیث پاک کے ذریعہ تعلیم وتربیت کی فکر اور آس پاس کے علاقوں اور اطراف ونواح میں دین سے دوری کو دین سے قربت میں بدلنے کی جدوجہد اور ارتداد کا مقابلہ یہ سب مدرسہ کی خصوصیات ہیں، اور اسی لئے جب بھی کوئی داخلہ لینے آتا ہے تو انکار کیا نہیں جاتا اور اگر طالبعلم بھاگنے لگتا ہے تو مدرسہ کی پولیس فوراً اسے گرفتار کراتی ہے اور اخلاق ومحبت کے ذریعہ مدرسہ کی نورانی فضا سے مانوس کرتی ہے، حضرت مولانا کا یہاں دل لگا اور آپ نے لڑکوں کے سامنے مسجد میں اور بنات کے مدرسہ میں بھی خطاب کیا اور دعاؤں سے نوازا، یہ خطاب ان شاء اللہ کسی شمارے میں نذر قارئین کیا جائے گا۔

شاہد حسین صاحب کے ساتھ ہم، سبحان اور بعض لوگ جو گلبرگہ سے ساتھ آئے تھے، یہاں سے وہاں لینے گئے تھے، پہلے حاجی ایوب صاحب کے مکان پر سامان لینے پہونچے، حاجی ایوب صاحب تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا اور مولانا واضح رشید حسنی ندوی وغیرہ کے ساتھ مغرب کے بعد وہاں سے سیدھے گلبرگہ میں الیاس صاحب صدر جمعیۃ باغبان کرناٹک وصدر مجلس استقبالیہ تفہیم شریعت کانفرنس کے مکان پر گلبرگہ پہونچے وہ اور ان کا پورا گھر حضرت مولانا مدظلہ کے ساتھ سلسلۂ بیعت میں داخل ہوا، یہ لوگ اور گلبرگہ کے دوسرے محبت کرنے والے حضرات بڑی تعداد میں اسٹیشن پہونچے اور اسلم صاحب بنگلو کے لئے روانہ ہوئے، بیجاپور کا ذکر آیا لیکن وہاں جانا نہ ہوسکا، مستقیم ندوی کا بڑا اصرار تھا، وہ بیجاپور شہر کے ہی ہیں اور ڈاکٹر محمود قادری کا بھی تقاضا تھا، وہاں کی تاریخی عمارتوں اور تاریخی حیثیت والی قدیم اور مسلم ثقافت بھی متقاضی تھی، لیکن وقت نہیں تھا۔ والحمد للہ اولاً وآخراً

☆☆☆☆☆